آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء | ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۰ھ

عوام سے ۶ طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

قصائد احمدیہ
منزل الامام
حجۃ الاسلام

حضرت اقدس کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر ابتک آپ کے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیئے گئے ہیں

یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیز آپ کی اور حضرت اقدس کے دلائل سے پُر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ یہ کتاب ۱۵۰ صفحوں پر ختم ہوتی ہے۔ قیمت صرف ۶ر شائقین دفتر میگزین قادیان سے طلب کریں:

پارہ اول دوم ۔ سوم

چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جن پر اعراب صحیح لکھے ہوں اور قاعدہ یسرنا القرآن ختم کرنے کے بعد بچے بآسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کر کے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اوّل ۔ دوم ۔ سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں۔ جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کراتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے پڑھائیں تا بچہ کو قرآن شریف پڑھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ پارے ان بچوں کیلئے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انپر اعراب بہت صحیح اور اپنے اپنے موقعہ پر دیئے گئے ہیں:

نیز ہم نے ایسے قرآن شریف بھی منگوائے ہیں جو نسبتاً بہت صحیح ہیں اور اعراب اپنی اپنی جگہ پر صحیح دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں عام قرآن شریفوں کی نسبت انپر پڑھنے میں بچوں کو بہت سہولت ہوگی۔ تینوں پارے ۲ر فی پارہ کے حساب سے اور قرآن شریف مجلد عہ پر دفتر میگزین قادیان سے مل سکتے ہیں:

اطلاع: ۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرمائیں

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کے لیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے قیمت عہ **باٹلی والا کی مقوی گولیاں** ۔ ضعف دماغ ضعف اعصاب بدن کے ابتدائی عوارض اور بد ہضمی کے لیئے بہت مفید ہیں قیمت عہ **باٹلی والا کا دانتوں کا منجن** ۔ نہایت مفید قیمت ۴ر باٹلی والا کی مرہم ۔ داد پھوڑے ۔ پھنسیوں وغیرہ کو ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے قیمت ۴ر یہ تمام بڑے بڑے دوائی فروشوں سے یا براہ راست ڈاکٹر ایچ ۔ ایل ۔ باٹلی والا جے ۔ پی وار لی لیبوریٹری ۔ دادر بمبئی سے مل سکتی ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کتب خانہ اسکندریہ

(ترجمہ مضمون انگریزی از مولوی محمد الدین بی۔اے)

عیسائی پادریوں نے جو اسلام پر بڑے بڑے اعتراضات کیئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے جانشینوں کے براہ راست زیر اثر مسلمانوں سے بڑے بڑے وحشیانہ افعال سرزد ہوئے۔ خوبصورت عمارتیں منہدم کی گئیں کتب خانے جلا دیئے گئے۔ کتب خانہ اسکندریہ کا جلا دینا بھی اسی فہرست میں داخل کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جہاں مسلمانوں نے اور تباہی اور بربادی ڈھائی ہے وہاں کتب خانہ اسکندریہ بھی انہوں نے جلا کر خاک سیاہ کر دیا*

عیسائی پادریوں کو کہاں معلوم تھا کہ اس طرح اسلام کے پاک اور مقدس مذہب پر تہمت باندھتے ہوئے وہ خود اپنے مذہب کی جڑوں میں پانی دے رہے ہیں یعنی انکا یہ کہنا کہ چونکہ اسلام جھوٹا مذہب ہے اس لیئے اس نے علمی خزانے تباہ کروا دیئے۔ لیکن جب حقیقت معلوم ہوئی تو پتہ لگا کہ مسلمان بیچارے تو یونہی بدنام ہیں اصل میں اس کتب خانہ کے تباہ کرنیوالے خود حضرت یسوع کے مقدس پیرو ہی ہیں۔ اس طرح اپنی طرف سے قائم کردہ معیار پر خود ہی پورے نہ اترے.... جھوٹ کی حمایت کرتے ہوئے انہوں نے سمجھا کہ ہم اپنے مذہب کی حمایت اور تائید کرتے ہیں مگر انہوں نے نہ سمجھا کہ اپنے پاؤں وہ خود کلہاڑی مار رہے ہیں۔ گبن (Gibbon) پہلا مورخ ہے

جس نے اس الزام کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد علماء میں بڑی ردّ وکد ہوتی پھر کیا تھا۔ سچ جھوٹ سے بڑی سرگرمی سے علیحدہ کیا جانے لگا۔ آخر جو ہُؤا سو ہُؤا عیسائیوں کو سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ ع ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ آخر ہم نے پڑھا کہ خود آرکبشپ فیرر[1] نے اپنی کتاب موسومہ سیکرز آفٹر گوڈ[2] میں مان لیا کہ کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا الزام محض غلط اور صریح بہتان ہے۔ یہ آرکبشپ فیرر وہی ہیں جو دین عیسوی کے بڑے حامی ہیں چنانچہ یورپ میں جب بڑے بڑے علماء مثل سٹروس[3] اور رینن[4] نے جو اعلیٰ تنقید کے بانی مبانی سمجھے جاتے ہیں۔ مسیح کے سوانح اور کارناموں کے متعلق شکوک اور شبہات اُٹھانے شروع کیے اور اس پر انہوں نے مستقل کتابیں لکھیں تو اس شخص نے ایک کتاب لکھی جس کا نام لائف آو جیزس[5] ہے اس میں اس نے اپنی طرف جیسا کہ ہر ایک دیندار عیسائی کا فرض ہے بہت کوشش کی ہے کہ ان اعتراضات کا جواب دیا جاوے جو مسیح کی لائف اور تعلیم پر کیئے گئے۔ چونکہ کتب خانہ کے جلانے کا اعتراض بھی عیسائیوں کی طرف سے ہُؤا تھا۔ لہٰذا ہم نے سمجھ لیا کہ جب اسقدر بڑا آدمی عیسائیوں میں سے اب اس بات کا مقر ہے کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے تو اب زیادہ بحث کی گنجائش نہیں رہی۔ مگر نہیں ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ہم سمجھے سانپ مرگیا اور اس کا سر ابن آدم کے ہاتھوں کچلا گیا حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ صرف اس کے سر کو ٹھیس لگی تھی اور معمولی خراش سا ہو گیا تھا۔ اب زخم بھر گیا ہے اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ سلسلہ تعلیم کی کتابوں میں یہ سوال اُٹھتا ہُؤا پھر نظر آتا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل کی عبارت کتاب موسومہ لائف آو کلیوپاٹرا آو ایجپٹ[6] مصنفہ فلپ ڈبلیو۔ سارجنٹ صفحہ ۱۱۱ سے نقل کرتے ہیں:۔

"سراپی ام کے معبد کے متعلق ایک کتب خانہ تھا جس میں کتابیں موجود تھیں جو

---

[1] Archbishop Farrar. [2] Seekers after God. [3] Strauss. [4] Renan. [5] Life of Jesus.

[6] Life of Cleopatra of Egypt by Philip W. Sergeant.

برُوکی آن لائبریری میں نہ سما سکتی تھیں۔ اسلامی فتح سے قریباً ۲۶۰ برس پہلے اس سراپی ام کے کتب خانہ کو عیسائی پادری تھیوفلس نے چوتھی صدی مسیحی میں تباہ کردیا تھا۔ لیکن اصل کتب خانہ کو جو بروکی ان کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ سے دو سو ساٹھ سال بعد مسلمانوں نے جلاکر راکھ کردیا اور مصر کی زمین میں جو علم ادب کے خزانے موجود تھے انکا صفحہ ہستی سے نشان معدوم کردیا" یعنی مسیحیوں نے تو صرف فالتو کتب کو حوالہ عدم کیا لیکن مسلمانوں نے اصل کتب خانہ کو حوالہ نار کردیا۔ کیا خوب۔ تحریف اسی کو کہتے ہیں۔ واقعات کو کس خوبی سے توڑ امروڑا ہے بے شک ایسی تدلیس صرف عیسائی ہی کرسکتا ہے ع ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔ ہم تو اس کی طرف توجہ بھی کرتے اور جاہلوں سے مخاطب بھی نہ ہوتے مگر کریں کیا زمانہ ایسا آرہا ہے کہ یورپ میں بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ عربی قاعدہ پڑھکر اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتے ہیں۔ گویا تمام عربی علوم کی انکو تحصیل ہے اور مشرقی دنیا کا کوئی معاملہ ہو سب پر رائے قائم کرنے کا انکو حق حاصل ہے۔ اور جو نہ سنے وہ وحشی اور جاہل سمجھا جاتا ہے خاص کر پادری صاحبان نے تو یہ پیشہ بنا رکھا ہے۔ اب چونکہ مسلمانوں پر ادبار نے احاطہ کرلیا ہے جہاں انہوں نے اور بہت کچھ ضائع کیا وہاں عربی علوم خاصکر علم دین سے محض کورے ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ہر کہ ومہ جو اُٹھتا ہے وہی اسلام پر اعتراض جڑ دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ تمہاری کتاب میں یہ لکھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ مجال نہیں کہ اس سے یہ پوچھیں کہ بھلے مانس یہ کہاں لکھا ہے کس نے لکھا ہے اور اس کے معنے تو کرو۔ یہی حال مسلمانان سنگلدیپ کا ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہاں کے بعض دوستوں نے ہمیں لکھا کہ اگر انگریزی میں کوئی رسالہ یا مضمون اس بحث پر ہو تو پتہ دیویں تاکہ بعض پادریوں کا کم سے کم ہم ناطقہ بند کرسکیں ؛

ہمیں ضرورت نہیں کہ اس مضمون کو تفصیلاً تمام و کمال بیان کریں کیونکہ مولوی

علے Brucheion علے Serapeum علے Theophilus.

شبلی نے اپنے رسالہ کتب خانہ اسکندریہ میں اور مسٹر بٹلر[1] نے اپنی کتاب دی ایرب کونکوسٹ[2] آف ایجپٹ میں اسپر سیر کن بحثیں کی ہیں۔ اسلامی اور عقلی نکتہ خیال سے ہمارے نزدیک مولوی شبلی کا رسالہ بہت کافی ہے لیکن اس میں صرف یہ نقص ہے کہ وہ اردو میں ہے اور جو لوگ انگریزی جانتے ہیں اور اُردو سے محض نابلد ہیں وہ اس سے متمتع نہیں ہو سکتے۔ مسٹر بٹلر بھی اپنی طرز میں سیر کن بحث کرتا ہے اس لئے سچائی کے طالبوں کے لیے ہم ان ہر دو کی سپارش کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم لمبی اور طویل بحثوں کو چھوڑ کر اختصاراً کچھ بیان کرتے ہیں لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اصل بحث کو اٹھاویں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کہانی کو تمام و کمال لکھدیں جسپر اس اعتراض کی بنا رکھی گئی ہے۔ وہ کہانی یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے حکم کے ماتحت عمرو ابن العاص نے مصر فتح کیا اسوقت ایک شخص موجود تھا جو عربی کتب میں یحییٰ نحوی کے نام سے مشہور ہے لیکن عیسائی کتب میں وہ جان[3] فلپونس کے نام سے مشہور ہے (ملاحظہ ہو کر سیچین بایوگریفیکل ڈکشنری) وہ اسکندریہ کا رہنے والا قبطی عیسائی تھا۔ وہ عمرو کے پاس حاضر ہؤا اور اس سے رابطہ و اتحاد بھی پیدا کیا۔ عمرو پر اس کا ایسا اثر ہؤا کہ وہ فریفتہ ہوگیا۔ اسطرح اس کو بہت سی باتیں کہنے کی جرأت ہوگئی۔ ایک دن یحییٰ نے کہا کہ آپنے تمام شہر کی چھان بین کی ہے اور تمام قسم کی چیزوں پر آپ قابض ہیں۔ جو چیزیں آپکے کام کی ہیں ان سے میں کچھ تعرض نہیں چاہتا لیکن جو چیزیں آپکے لیئے بالکل ناکاری ہیں ممکن ہے کہ وہ ہمارے لیئے بہت مفید ہوں۔ عمرو نے کہا کہ تم کو کیا درکار ہے؟ یحییٰ نے کہا کہ فلسفہ کی وہ کتابیں جو شاہی کتب خانوں میں ہیں۔ عمرو نے کہا کہ اس امر کی نسبت میں امیر المومنین عمر بن الخطاب کی اجازت کے بغیر کوئی حکم نہیں دے سکتا۔ چنانچہ ایک خط حضرت عمرؓ کو بدین مضمون لکھا گیا اور اس معاملہ کے متعلق حضور سے استصواب کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جن کتابوں کا تم نے ذکر کیا ہے اگر جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو انکی حاجت نہیں وہ زائد از ضرورت ہیں اگر ان کتابوں کے مضامین کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ تب ان کو رکھنا اچھا نہیں اسیلئے انکو برباد کردو۔ یہ جب عمرو بن العاص کو

---

[1] Butler [2] The Arab Conquest of Egypt. [3] Johannes Philoponus.

خلیفہ کا یہ فیصلہ موصول ہوا اس نے فوراً حکم دیا اور وہ کتابیں اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کردی گئیں اور پانی گرم کرنے کے لیئے ایندھن کے طور پر استعمال کی گئیں۔ چھ مہینے کی مدت میں وہ تمام جلکر راکھ ہوگئیں۔ (اے پڑھنے والے) جو کچھ ہوا اسکو سن اور تعجب کر (کہ) کیسی وحشیانہ حرکت کی گئی)"

یہ ہے وہ کہانی جس کے اختراع کرنے والے ابو الفرج ہیں۔ اس کی مختصر کہانی یہ ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف تیرھویں صدی کا آخری نصف ہے یا یوں سمجھیئے کہ اسکندریہ کی فتح سے قریباً چھ سو (۶۰۰) سال بعد کا۔ وہ پہلا شخص ہے جس کے ذریعہ یہ بدخبر بسرعت کثیر یورپ میں مشتہر ہوگئی جو آگے ہی ایسی خبروں کا بھوکا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آرمینا کے شہر ملیشیا[1] میں قریباً ۱۲۲۶ء میں پیدا ہوا اس کے باپ کا نام ہارون تھا جو کہ ایک یہودی طبیب تھا۔ لیکن بعد میں نصرانی ہوگیا۔ اس نے اپنے باپ کے زیر اثر تعلیم پائی تھی اور اسکی طرح طبابت پیشہ کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کو عربی سریانی اور یونانی زبانیں خوب آتی تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ اسکو فلسفہ اور الٰہیات میں بہت دخل تھا لہذا اس کی بہت زیادہ شہرت ہوگئی۔ اس نے کئی ایک مضامین پر مختلف کتابیں لکھیں لیکن بحیثیت ایک مصنف ہونے کے جو شہرت اس کو حاصل ہے اس کی وجہ اس کی کتاب تاریخ دنیا ہے جو سریانی میں لکھی گئی۔ اس کتاب کے لکھنے کے بہت عرصہ بعد اس نے اس کتاب کا ایک خلاصہ عربی میں شائع کیا (دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد اول) یورپ کے عالموں کے نزدیک اس کتاب کی تاریخی قدر و منزلت صرف اسقدر ہے کہ چونکہ وہ یورپ کی زبانوں سے بالکل ناآشنا تھا لہذا یورپ اور جسقدر مغربی ممالک کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے وہ پُراز اغلاط ہے باقی رہا وہ حصۂ کتاب جو مشرقی قوموں کے متعلق ہے اس کے متعلق ان کی رائے ہے چونکہ وہ بڑا عالم تھا اس لیئے جو کچھ مسلمانوں وغیرہ کے متعلق لکھا ہے وہ کالوحی من السماء کے طور پر ہے۔ اسی عربی خلاصہ کا لاطینی ترجمہ ڈاکٹر پوکاک[2] نے ۱۶۶۳ء میں آکسفورڈ میں شائع کیا۔ پھر

---

[1] Malatia. [2] Dr. Pococke.

۱۸۰۰ء میں برن[1] اور ایف۔ ڈبلیو۔ کرسیح[2] نے کچھ اصل اور کچھ ترجمہ لائپزگ[3] میں شائع کیا۔ لیکن صحت کی طرف چنداں توجہ نہیں کی گئی۔

کہانتک ابو الفرج کی کہانی درست ہے اس کے لیئے ہمیں تین باتوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اوّل۔ اس کہانی کا ماخذ کیا ہے۔ دوم۔ ابو الفرج کہاں تک قابل اعتبار ہے۔ سوم۔ اندرونی اور بیرونی شہادتیں۔

پہلے امر کی نسبت کہ ابو الفرج نے یہ کہانی کہاں سے لی ہے کوئی پتہ نہیں چلتا۔ خود اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اب اس پر کیا اعتبار ہو سکے۔ ایک شخص ایک واقعہ کے وقوع کے چھ سو سال بعد پیدا ہو کر لکھتا ہے اب جبکہ وہ یہ نہ بتلائے کہ ایک نئی بات جو گذشتہ واقعات کے متعلق وہ کہتا ہے اس کے لیئے اس کے پاس سند کیا ہے یعنی جب تک وہ سند نہ بتلادے اس کی بات قابل اعتبار نہیں۔ چھ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ بیچ میں سینکڑوں مورخ اور مصنف پیدا ہوئے ہیں لیکن کوئی ایک بھی تو ذکر نہیں کرتا۔ خود مسیحی مورخین جان آونکیو[4] سے لیکر ابو صالح تک اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ جان آونکیو ایک قبطی پادری تھا۔ جس نے ساتویں صدی عیسوی کے اخیر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں اور وہ غالباً انہی دنوں میں پیدا ہوا تھا جن دنوں مسلمانوں نے مصر اور اسکندریہ کو فتح کیا۔ ذاتی طور پر اُسے بہت سے واقعات معلوم ہونے چاہیئے تھے۔ پھر اسکے پاس ذرا ذرا سی خبر حاصل کرنے کا ایک بہت عمدہ اور وسیع موقع تھا۔ پھر وہ مسیحی ہے مسلمانوں کا جانبدار نہیں کہیں ایک عیسائی مرجائے تو دس یا سو کر کے دکھانے والا ہے۔ اور جب کبھی مسلمانوں کا ذکر خیر بھی کرجائے تو اس سے بھی شرارے ٹپکتے ہیں۔ اور فاتحین کے لیئے ہر لفظ اس کا زہر میں بجھے ہوئے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ گو اس کی کتاب کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے لیکن ہماری خوش قسمتی سے اس کی کتاب کا وہ حصہ محفوظ اور مدوّن ہے جو فتح مصر کے متعلق ہے

[1] Brun [2] Fr. W. Kirsch. [3] Leipsic.
[4] John of Nikio.

جس میں کہ اس نے پیٹ بھر کے مسلمانوں کو گالیاں دی ہیں۔ اور اپنے زعم میں قتل و غارت کی بہت سی مثالیں بھی دی ہیں لیکن کتب خانہ اسکندریہ کے متعلق وہ بھی خاموش ہے ایک لفظ تک نہیں لکھا پھر مسلمان مصنفین جنہوں نے اپنی تصنیفیں تمام دنیا میں ابوالفرج کی پیدائش سے کئی صدیاں پہلے دنیا میں شائع کر دیں ان کی تعداد تو سینکڑوں تک پہنچتی ہے ان میں سے تو کسی ایک نے بھی ذکر نہ کیا سوائے عبداللطیف کے جس کے متعلق ہم آگے چلکر کچھ لکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ابوالفرج کی کہانی کے ماخذ کا پتہ تک ندارد ہے ؀

باقی رہا۔ یہ امر کہ ابوالفرج پر کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے وہ انسائیکلوپیڈیا کے ایڈیٹرز کے ریمارکوں سے ظاہر ہو جاتا ہے ان کے بیان کے بموجب اس کی کتاب کا وہ حصہ جو مغربی قوموں کے متعلق ہے بالکل پایۂ اعتبار سے گرا ہوا ہے کیوں کہ مصنف مذکور یورپ کی زبانوں سے ناآشنا محض ہے لیکن چونکہ مشرق کے متعلق ایڈیٹرز مذکورین کا وہی حال ہے کہ وہ مشرق کی زبانوں سے ایسے ہی واقف ہیں جیسے کہ ابوالفرج مغربی زبانوں سے تھا۔ اس لیئے مشرق کے متعلق جو کچھ رطب و یابس اس نے لکھدیا اس کے متعلق بس یہ کہدیا کہ چونکہ مشرقی زبانوں سے واقف ہے اس لیئے مشرق کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخی لحاظ سے بہت ضروری حصہ ہے ہم پوچھتے ہیں کہ جب مغربی قوموں کے متعلق اس کا یہ حال ہے کہ اس کی کتاب پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہے حالانکہ وہ کم سے کم یونانی زبان تو جانتا تھا۔ لیکن مشرق جیسا وسیع بر اعظم اور اس کی محض ایک زبان اور وہ بھی ایسی جیسی کہ عیسائی جانتے ہیں کہاں تک کسی شخص کو اس قابل بنا سکتی ہے کہ کہ سکیں کہ مشرق کے متعلق اسکو پوری واقفیت حاصل ہے لیکن جو جھوٹ اور من گھڑت کہانیاں وہ از خود بناتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے تاریخی پایہ کی چیزیں ہیں۔ کیونکہ یورپ کو مشرق سے بغض اور عداوت ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ ابوالفرج عیسائی ہے۔ اسلیئے اسکا جھوٹ کوئی تعجب خیز امر نہیں اوائل ایام سے ہی مسیحی بزرگان کا خیال تھا کہ دین کے لیئے جھوٹ۔ دھوکا بازی اور بددیانتی کر لینا کوئی جرم نہیں

چنانچہ بڑے بڑے بزرگان دین عیسوی سے کبھی کبھی ایسی چالبازیاں ہو جایا کرتی تھیں۔ بانیان دین کی کتابوں اور پہلی صدیوں سے، بزرگ عیسائی مصنفوں کی کتابوں میں تحریف کرنیکے لیئے انہوں نے منشی متصدی ملازم رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ جس بات کے لیئے چاہتے وہ اپنی طرف سے سند گھڑ کے پیش کر دیتے تھے۔ اس لیئے مشرقی لوگوں سے اسکی محض عدم واقفیت اور پھر عیسائی اور عیسائی بھی متعصب عیسائی۔ یہ باتیں ہیں جو ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ جب تک کوئی اور شواہد نہ ملیں ہم اس کی باتوں پر کوئی اعتبار نہ کریں یا کوئی اس کا ہمعصر یا زمانہ ماقبل کا کوئی مستند گواہ نہ ملجائے۔ یعنی محض ابو الفرج کا قول کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کی بات کا صرف ایک ہی رد کافی ہے کہ وہ چھ سو سال بعد پیدا ہوا اسکو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی جو پہلوں کو بالکل معلوم نہ تھی۔ ان پہلوں میں مسلمان اور عیسائی ہر دو شامل ہیں:

ابو الفرج کے اس سوال پر غور کرنے کا ایک اور بھی پہلو ہے اس سے اور بھی انکشافات ہوتے ہیں۔ عربی تاریخ اس کی سریانی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ اس لیئے زیادہ تعجب خیز امر جو ہے وہ یہ ہے کہ اصل سریانی میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں۔ اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ جس کا اثر دور دور تک پہنچنے والا ہو اصل کتاب میں جو بڑے پیمانہ پر لکھی گئی ہے اور جسمیں ذرا ذرا سی تفصیل کا ذکر ہے۔ اس میں تو بالکل نہ ہو لیکن اُسی کتاب کے خلاصہ میں اس واقعہ کو بڑی شدّ و مدّ سے ذکر کیا ہو (عربی خلاصہ میں اس کہانی کے آخری الفاظ یہ ہیں فاسمع ماجریٰ واعجب جس کے معنے ہیں پس سنو اور تعجب کرو کہ وحشیوں نے کیا ظلم کیا کہ ایسے عظیم الشان علمی خزانے کو آگ میں جلا کر راکھ کر دیا) حالانکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جس امر کا خلاصہ میں اتنا ذکر ہو اس کا اصل میں تو اس سے کہیں وسیع پیمانے پر ہونا چاہیئے تھا۔ پس ہم کیا یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب مصنف مذکور نے اصل کتاب سریانی میں لکھی تھی اس وقت تک اس واقعہ نے مصنف کے دماغ میں ابھی جگہ بھی نہ پکڑی تھی اور اس کہانی کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ بلکہ اس واقعہ کی خیالی پیدائیش بھی اصل سریانی کتاب کے زمانہ تصنیف کے بعد کی ہے۔ اگر ہم حسن ظن سے کام لیں تو کہہ سکتے ہیں۔

کہ عربی خلاصہ میں بھی مصنف مذکور نے اس واقعہ کو نہیں لکھا تھا بلکہ بعد میں کسی نے بڑی مہربانی سے ملا دیا ہے کیونکہ اس کتاب میں اور بھی دوسری جگہوں میں تحریف ہوئی ہے (دیکھو انسائیکلوپیڈیا)

پیشتر اس کے کہ ہم اندرونی اور بیرونی شہادتوں کو لیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس لائبریری کی بنیاد اور جو حادثات اسپر گذرے انکا مختصر طور پر بیان کر دیں۔ یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ جیسے اسکندریہ کے کتب خانے مشہور تھے ویسے ہی وہ بہت زیادہ ضروری بھی تھے۔ وہ بڑے بھاری اور عظیم الشان کتب خانوں میں سے تھے۔ یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ اصل بانی مبانی اس کتب خانہ کا بطلیموس[1] سوٹیر تھا جس کو خیال اٹھا کہ ایسا کتب خانہ بنایا جائے اور اس امر کے لیئے اس نے ایک مجلس علماء کی قائم کی۔ جو اس کے دربار میں اس کے گرد ہر وقت رہتے تھے۔ اس کے بعد اس کے بیٹے فلاڈلفس[2] نے اس کتب خانہ کو پورے طور سے ساز و سامان سے مہیا کیا اور ترتیب دی اور اس نے اردگرد کے تمام ممالک مثلاً یونان اور ایشیا میں اپنے ایلچی اس امر کیلیئے روانہ کیئے کہ وہ علمی ذخائر کو جمع کر کے اس کے پاس روانہ کریں۔ یہ لائبریری غالباً ان شاندار عمارتوں کے اندر تھی جو میوزیم[3] کے نام سے مشہور ہیں)۔ اور وہ شاہی محلوں کے بالکل ساتھ تھی۔ یا یوں کہیں کہ لائبریری شاہی محلوں کے ایک حصہ میں واقع تھی۔ لائبریری کے اندر کس قدر کتابیں تھیں اس کے متعلق مختلف قول ہیں چار لاکھ سے لیکر سات لاکھ تک تعداد جلدوں کی بتائی جاتی ہے۔ اس لائبریری کے وجود سے اسکندریہ مرجع خلائق ہو گیا اور بہت عرصہ تک یہاں تعلیم و تعلم کا چرچا رہا۔ ۴۸ برس قبل از مسیح جب جولیس[4] سیزر یہاں آیا تو اسی محلہ میں جہاں کتب خانہ تھا اس کا محاصرہ کر لیا گیا محاصرہ کرنے والے خود مصری تھے جن کا سرگروہ ایکیلاس[5] تھا۔ خود حفاظتی کے طور پر جولیس سیزر نے حکم دیا کہ جس قدر جہازات وہاں سمندر کے کنارے موجود ہیں ان سب کو آگ لگوا دیجائے۔ جب اس آگ کے شعلے بلند ہوئے تو شہر کے اس حصہ میں بھی آگ دوڑ گئی جہاں کہ کتب خانہ تھا۔ جہاں اور عمارتیں جلکر خاکستر ہو گئیں وہاں اس کتب خانہ کا بھی نام و نشان نہ رہا۔ سینیکا[6] جو ایک مشہور

1. Ptolemy Soter. 2. Philadephus. 3. Museum. 4. Julius Caesar. 5. Achillas. 6. Seneca.

رومی فلاسفر اور مصنف ہے اس کا بیان ہے کہ اس آتش زدگی میں قریباً ۴ لاکھ کے کتب جل گئیں۔ (دیکھو۔ پلوٹارک[1]۔ ڈایو کیسی[2] اس۔ ایمی اینس مارسیلی نس[3] اور اوروسی اس[4]) اوروسی اس کے الفاظ تو بالکل صاف ہیں وہ کہتا ہے کہ "جولی اس سیزر نے حکم دیا کہ جسقدر جہاز کنارے کے نزدیک ہیں ان سب کو آگ لگا دو۔ یہ آتش زدگی فوراً شہر کے نزدیک حصے تک پہنچ گئی اور چار لاکھ کتابوں کو جلا کر سیاہ کر دیا جو ایک عمارت کے اندر تھیں اور وہ عمارت بالکل نزدیک تھی۔ اس طرح ہمارے آباو اجداد نے جو کتب خانہ بڑی جانفشانی سے جمع کیا تھا جو گویا ان کے کارناموں کی ایک عجیب یادگار تھا۔ جلکر تباہ ہو گیا"

اس منحوس واقعہ کے سات یا آٹھ سال بعد مارک اینٹنی[5] نے پرگیمس[6] کے بادشاہ کا کتب خانہ اسکندریہ روانہ کیا۔ اس نئے کتب خانہ کے لیئے سی زیرین[7] کے مندر میں جگہ بنائی گئی جو ملکہ کلیو پاٹرا۔ جولی اس سیزر کی یادگار میں تعمیر کرا رہی تھی۔ اس مندر کی تکمیل اگسٹس[8] کے ہاتھوں سے ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مندر کی سب سے زیادہ مزین کرنے والی چیزوں میں سے ایک یہ کتب خانہ بھی تھا۔ جو کتابیں اس کتب خانہ سے بڑھ رہیں وہ سیراپی ام کو روانہ کر دی گئیں اور وہ بھی ایک معبد تھا جو کہ سی راپس[9] کی یادگار میں قائم کیا گیا تھا۔ اس مندر کی بنیاد بھی فلاڈلفس کے ہاتھوں سے پڑی تھی۔ قریباً دو سو سولہ (۲۱۶ء) برس عیسوی میں کارا کلا[10] نے شہر میں خون کے دریا بہا دیئے تھیٹر کو بند کر دیا۔ اور عام لوگوں کے جمع ہونے کے لیئے جو ہال تھا جو میوزیم میں واقع تھا اس کو بھی بند کر دیا۔ پھر ۲۷۳ء عیسوی میں میوزیم کی تمام عمارتیں شاہنشاہ اوریلی ان[11] کے حکم سے گرا کر میدان صاف کر دیا گیا۔* جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اہل اسکندریہ

* یوسی بی اس[12] کا خیال ہے کہ میوزیم کی شاندار عمارتوں کو کلاڈین[13] نے گرا دیا تھا۔ نہ کہ اوریلی ان[14] نے۔

1. Plutarch. 2. Diocassius. 3. Ammianus Marcellinus. 4. Orosius. 5. Mark Antony. 6. Pergamus. 7. Caesarian. 8. Augustus. 9. Serapis. 10. Caracalla. 11. Aurelian. 12. Eusebius. 13. Claudian. 14. Aurelian.

نے فرمس[1] کے ماتحت ہو کر بغاوت کی تھی اس لیئے اس کی سزا میں شہر کے اس مشہور حصہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ؛

پھر ۳۶۶ عیسوی میں ایک بڑی خونخوار مذہبی معرکہ آرائی ہوئی۔ اور اس معرکہ آرائی کے اثنا میں سی زیرین کے مندر کو گرا کر فنا کر دیا گیا جس کی بنیاد ملکہ کلیو پاٹرا کے ہاتھوں پڑی تھی اور تکمیل اگسٹس کے ذریعہ ہوئی تھی (دیکھو فتح مصر مصنفہ مسٹر بٹلر صاحب)
اس معرکہ آرائی کا مختصر سا حال گبن بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "شاہنشاہ ولیرین[2] کی قید اور اس کے بیٹے کی بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے سلطنت کی باگیں ڈھیلی ہو گئیں پابندی قانون اُٹھ گئی اور ہر جگہ فتنہ و فساد اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس بدامنی کے زمانے میں اہل اسکندریہ نے بھی اپنے جذبات اور خواہشات کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں پھر کیا تھا ان کا تمام ملک فتنہ و فساد کا مقام بن گیا۔ اور ملک کی بدقسمتی کی یہ حالت (بہ استثناء چند دنوں کے جن میں برائے نام چند روز کے لیئے صلح ہو جاتی تھی۔) بدستور بارہ سال سے کچھ اوپر تک جاری رہی۔ بدقسمت شہر کے مختلف حصوں کے تعلقات بالکل ٹوٹ گئے۔ شہر کا ایک حصہ دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو گیا۔ ہر بازار خون سے لتھڑ پتھڑ گیا۔ ہر بڑی عمارت تھوڑے عرصہ کے لیئے قلعہ بن گئی۔ یہ ہنگامہ بہت عرصہ تک جاری رہا یہانتک کہ شہر کا قریباً بہت بڑا حصہ ایسا ضائع ہوا۔ کہ آئندہ پھر کبھی پھلنے پھولنے کی امید نہ رہی شہر کا وہ حصہ جس کا نام بروکی ان تھا جس کے اندر لائبریریاں تھیں اور جہاں تمام محلات شاہی اور میوزم واقع تھا۔

٭ اگر کوئی لائبریری مسلمانوں کے ملک میں داخل ہونے کے وقت موجود ہوتی تو کم سے کم اسکا ذکر عمرو بن العاص کی اس چٹھی میں ضرور ہوتا جو اس نے حضرت عمرؓ کو شہر کے فتح کر لینے کے بعد لکھی۔ اس خط کے الفاظ بالکل صاف ہیں۔ عمرو بن العاص لکھتے ہیں کہ "میں نے ایسا شہر فتح کیا ہے کہ جس کے متعلق بس اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ اس میں چار ہزار قصرات۔ چار ہزار حمام۔ چار سو تھیٹر۔ بارہ ہزار سبزی فروش اور چالیس ہزار باج گذار یہودی ہیں"۔

1. Firmus. 2. Valerian.

جہاں کہ بادشاہ اور حکماء بود و باش کیا کرتے تھے تمام ایسے تباہ ...... ہوئے کہ ایک وحشت سرائے بن گئے۔ اور قریباً ایک صدی سے زائد اسی خراب وخستہ حالت میں رہے"

اس مختصر حال سے جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ پتہ چل جاتا ہے کہ اگر کوئی لائبریری برائے نام موجود تھی تو اُس وقت تک تباہ ہو چکی تھی۔ بلکہ اُن مکانات کا صفحہ ہستی سے نشان مٹ چکا تھا۔ صرف کھنڈرات موجود رہ گئے تھے۔ اب سیراپیم لائبریری کا حال بھی سُن لیجئے۔ اس لائبریری کے تباہ کرنے والے بھی حضرت عیسائی صاحبان ہیں جن کا گرو تھیو فلس[۱] تھا۔ اور رزل نے جو کچھ تباہ کیا تھا سو کیا تھا۔ یہی حضرات ان پُرانے کتب خانجات کے بقیہ کو قائم رہنے دیتے۔ لیکن نہیں عیسائیت کا اس وقت زور شور تھا۔ اور نیا نیا جوش غیر مذاہب کے مٹانے کو امڈا چلا آتا تھا شاہنشاہ تھیوڈوسی[۲] اس نے اپنے تعصب بھرے جوش میں حکم دیدیا کہ بُت پرستی قانونی جرم ہے اور بُت پرست واجب القتل ہیں۔ بُت پرست لوگ جو قربانیاں اور نذریں اور چڑھاوے اپنے بتوں کے آگے پیش کیا کرتے تھے سب کو یک قلم موقوف کر دیا اور حکم نافذ کر دیا کہ ایسا کرنا خلاف احکام سلطنت ہے۔ بُت پرستوں کے مندر بند کر دیئے گئے یا تباہ کر دیئے گئے اور اُن کے اندر جسقدر مال و متاع ملا سب ضبط کر لیا گیا۔ ادھر شاہنشاہ کا یہ حکم نافذ فرمانا تھا ادھر پادری تھیوفلس کے دندان آز .... تیز ہو گئے۔ ہوش مند کی آنکھیں طمع سے بند ہو جاتی ہیں اور اس بچارے کو کچھ نہیں سوجھتا[۵] لیکن پادری صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اس وقت اسکندریہ کی آرک اپسکوپل[۴] گدی پر پادری تھیوفلس صاحب جلوہ افروز تھے سیراپس[۳] کے معبد پر انکی نظر

---

1. *Theophilus.*
2. *Theodosius.* 4. *Arch-episcopal.*
3. *Serapis.*

۵ بر دوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔ در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند۔

مُدّت سے تھی۔ گو آپ بظاہر امن کے شاہزادے کے قائم مقام تھے لیکن امن وامان اور نیکوکاری کے جانی اور ابدی دشمن تھے۔ تاریکی کے فرزند ہمیشہ تاریکی پسند کرتے ہیں بقول گبن "اس دلیر اور بد آدمی" کے ہاتھ ہمیشہ کبھی سونے اور کبھی لہو میں لتھڑے پتھڑے رہتے تھے۔ پس کیا تھا آپ نے مذہب کو آڑ بنا کر بناوٹی غصہ کا اظہار شروع کیا کہ کیوں سی راپس[1] کے مندر کی اسقدر عزت کیجاتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے طرح طرح سے بےحرمتی کرنی شروع کر دی۔ ابھی سی راپس کے مندر پر ہاتھ نہ ڈالا تھا لیکن اصل مندر کو تباہ کرنے کے لیئے پہلے چھوٹے چھوٹے معبدوں پر دست تعدی دراز کیا بُت پرستوں کو اس کی روش سے معلوم ہو گیا کہ اب وہ اصل مندر کی بےحرمتی سے بھی باز نہیں رہے گا۔ اسکندریہ کا شہر فسادی شروع ہی سے مشہور تھا۔ چھوٹی چھوٹی بات پر جنگ چھڑ جایا کرتی تھی۔ سی راپس کے جسقدر پجاری تھے اگرچہ ان کی تعداد عیسائیوں سے بہت کم تھی تاہم خود حفاظتی کے طور پر انہوں نے ہتھیار اٹھا لیئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ تھیوفلس یکے بعد دیگرے کُل بُت پرستوں کے معبدوں کو گراتا جاتا ہے۔ بت پرستوں میں ایک مشہور فلاسفر مسمی اولمپی اس[2] انکا سرگروہ بن گیا۔ جس نے ان کو اُکسایا کہ اس زندگی سے تو بہتر ہے کہ ہم اپنے بتوں اور قربان گاہوں کے لیئے اپنی جانوں کو قربان کر دیں۔ پس سی راپس کے معبد کو ہی انہوں نے اپنا قلعہ بنا لیا۔ لیکن پیشتر اسکے کہ جنگ چھڑ جاتی اور تلوار کے ذریعہ آخری فیصلہ ہو جاتا۔ اس پر فریقین نے اتفاق کیا کہ شاہنشاہ کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کے فیصلہ کا انتظار کیا جاوے۔ شاہنشاہ کے بال بال میں بتوں کی مخالفت سمائی ہوئی تھی اس نے اسکندریہ کے بت خانوں کے خلاف حکم جاری کر دیا عیسائیوں کی چڑھ مچ گئی اور بُت پرستوں کے معبدوں کے خلاف ان کے جوش وغضب کی کوئی انتہا باقی نہ رہی برخلاف اس کے بُت پرستوں کی قلیل جماعت کے

---

1. Serapis
2. Olympius.

حوصلے پست ہو گئے۔ دل ٹوٹ گئے۔ پہلے ہی ان میں عیسائیوں کے مقابلے کی سکت نہ رہی تھی۔ اب تو شاہنشاہی حکم بھی انکے خلاف جاری ہو چکا تھا۔ بچارے بڑی سراسیمگی میں بھاگے۔ ان کا بھاگنا تھا کہ عیسائی بھیڑیوں کی طرح لپکے اور چشم زدن میں سی راپس کے معبد میں گھس گئے۔ اور سارے معبد کو توڑ پھوڑ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیا۔ اور وسی اس لکھتا ہے کہ کتب خانہ سی راپی ام[1] غارت کر دیا گیا اور اس واقعہ سے قریباً بیس سال بعد اس شخص کا دل جس میں مذہبی تعصب اسقدر نہ تھا جیسا کہ ان عیسائیوں میں تھا۔ خالی الماریوں اور خانوں کو دیکھکر بڑے غصے اور پشیمانی اور تاسف سے بھر جاتا تھا" یہ واقعہ ۳۹۱ عیسوی میں ہوا اور اس کا انکار بالکل نہیں ہو سکتا (اس وحشیانہ حرکت کی تفصیل دیکھنی ہو تو گبن کی تاریخ پڑھنی چاہیئے)

اسکندریہ کے کتب خانہ کی تاریخ اس مذکورہ بالا مختصر بیان سے پتہ لگ جاتی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ملک مصر میں بحیثیت فاتحین کے داخل ہونے سے قریباً اڑھائی سو سال پہلے اسکندریہ کے کل مشہور اور تاریخی کتب خانے معدوم ہو چکے تھے اور اس وقت ان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اب جائے غور ہے کہ کتب خانے تو موجود نہ تھے مسلمانوں نے کونسے کتب خانے آکر تباہ کرائے۔ اگر مسلمان تباہ کرنیوالے بھی ہوتے تو بھی عیسائیوں کی مہربانی سے ان کو یہ تکلیف کرنی نہ پڑتی کیونکہ راستہ انہوں نے بالکل صاف کر دیا تھا۔ مرے ہوئے کو مارنا یعنی چہ؟

اب ہم اندرونی اور بیرونی شواہد کو لیتے ہیں۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ تمام عیسائی مورخین جان آف نکیو[2] سے لیکر **ابو صالح** تک اس کتب خانے کے متعلق خاموش ہیں۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں۔ کہ جہاں وہم تک کے پر جلتے ہیں وہاں سے یہ مسلمانوں کی قتل و غارت کی کہانیاں گھڑ لیتے ہیں۔ پھر ایسے بدیہی واقعہ کو وہ کیوں اور کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔

---

1. Serapaum.
2. John of Nikio.

اور تو اور یوٹیکی اس[1] جسکو مسلمان اپنی کتابوں میں سعید ابن بطریق کے نام سے یاد کرتے
ہیں ایک عیسائی مصنف ہے۔ جو ۹۳۳ء عیسوی سے ۹۴۰ء عیسوی تک ملکائیٹ پیٹریارک[2]
رہا ہے اور جس کی تصانیف میں اور بہت سی قابل تذکرہ باتیں درج ہیں۔ وہ بھی اپنے
دیگر عیسائی بھائیوں کی طرح اس معاملہ کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ کیا مسلمان جبریہ طور سے
روک سکتے تھے کہ ایسی باتیں ان کے متعلق نہ لکھی جاویں۔ لیکن اس سے کہیں بڑھکر
انپر الزام لگائے گئے اور ان کے مذہب اور بانی مذہب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طرح
کی توہین تو کتابوں میں جو اس زمانے کی تصنیف ہیں درج ہے پھر یہ کسطرح ہوسکتا ہے
کہ عیسائی مورخ تمام کے تمام اس واقعہ کے لکھنے سے چوک گئے۔

پھر قابل غور امر یہ ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدیوں کے اندر کسی مورخ نے ان
لائبریریوں کا ذکر تک نہیں کیا اشارۃً یا کنایۃً بالکل نہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جو
سی راپی ام کے معبد اور اسکے متعلقہ لائبریری کے تباہ ہونے اور مسلمانوں کے
ملک کے اندر داخل ہونے کا درمیانی عرصہ ہے کیا اس اڑھائی صدیوں کے
عرصہ کے اندر کوئی مورخ نہیں ہوا۔ ہوئے اور ضرور ہوئے۔ اور تو اور خود
کتب خانوں کا ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھوج نکالنے والے۔ ایک دو سال نہیں دس
بارہ سال تک صرف اسکندریہ کے اندر قیام کرنے والے اور اس پر طرہ یہ
کہ مذہب کے کٹر عیسائی۔ جان ماسکس[3] اور اس کا شاگرد اور دوست۔ ہر دو نے
اپنی زندگی کا بہت سا حصہ جنوبی مصر کی خانقاہوں میں گزارا۔ اس کے بعد وہ اپنے
وطن مالوف یعنی شام کو واپس روانہ ہوئے۔ مگر ۶۰۵ء عیسوی میں وہ اپنے ملک
سے بدر کر دیئے گئے اور اس کے بعد انہوں نے اپنی رہائش اسکندریہ میں اختیار
کی۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے حملۂ مصر کے بہت قریب کا ہے صرف پینتیس یا چھتیس
سال کا فرق ہے۔ یہ ہر دو شخص اسکندریہ کے اندر آٹھ یا دس سال تک مقیم رہے

---

1. Eutychius. 2. Melkite Patriarch. 3. John Moschus.

دونوں بڑے ذہین اور فاضل تھے اور علم اور اہل علم سے محبت رکھنے والے اور کتابوں کے بڑے مشتاق تھے۔ دونوں نے بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ وہ لائبریریوں کی ٹوہ میں ہمیشہ لگے رہتے تھے۔ لیکن کوئی ان کی ساری کتابیں پڑھ جائے۔ کہیں بھی سی راپی ام لائبریری یا دوسری بروکی ان لائبریری کا نشان تک نہیں پائیگا۔ حالانکہ انہوں نے چھوٹی چھوٹی پرائیویٹ لائبریریوں کا ذکر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

لیکن اگر ہم بطور امکان کے مان بھی لیں کہ لائبریری عربوں کی فتح مصر کے وقت موجود تھی۔ تو پھر بھی بڑے مشکلات کا سامنا ہے تمام تاریخوں میں لکھا ہے کہ اہل اسکندریہ کو گیارہ یا تیرہ ماہ کی مہلت ملی تھی جس کے اندر اُس عہد نامہ کی تصدیق قیصر روم کو کرنی تھی۔ جو اہل اسکندریہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس عرصہ میں بلکہ اس کے کئی سال بعد تک جبکہ اسکندریہ کو دوبارہ اہل روما نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا اور پھر مسلمانوں نے دوبارہ اس کو فتح کیا تھا۔ اس تمام عرصہ میں۔ سمندر کی طرف سے اہل اسکندریہ یا رومیوں کو مسلمانوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ مسلمانوں کے پاس جہاز چھوڑ کشتیاں تک نادار تھیں۔ اور شہر کا قریباً ⅔ حصہ اور بندرگاہ کُل کا کُل سمندر پر واقع تھا اور محفوظ و مصئون تھا۔ اب پہلے عہد نامہ کے رو سے اسکندریہ کم سے کم گیارہ ماہ بالکل اہل شہر کے ہاتھوں میں رہا اور مسلمان بموجب عہدنامہ کے شہر سے دور اپنا کیمپ ڈالے پڑے رہے۔ اس عہد نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی اور بڑے واضح طور پر لکھی گئی تھی کہ اس عرصہ کے اندر نہ صرف رومی اپنے ملک کو واپس جا سکتے تھے بلکہ اپنا تمام مال و متاع تک لیجانے کی ان کو اجازت تھی۔ سمندر پر ان کی اپنی حکومت تھی عربوں کا کوئی کھٹکا تک نہ تھا۔ اور تجارتی جہازوں کے علاوہ جو ہزاروں کی تعداد میں ہر سال اسکندریہ آتے جاتے تھے۔ رومیوں کے پاس ایک زبردست جنگی بیڑہ بھی تھا۔ عربوں کا بیڑہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا۔ پھر اسکندریہ اور قسطنطنیہ کا راستہ بالکل کھلا تھا۔ کتابوں کی قیمت چڑھی ہوئی تھی اور جیسا کہ ان کی تعداد بتلائی جاتی ہے۔ کئی لاکھ تک ان کی قیمت پہنچتی تھی۔ بڑے بڑے فاضل اشخاص ان کے شائق اور قدردان موجود تھے

اگر ان کو پتہ ہوتا کہ ایسا کوئی کتب خانہ ہے تو یحییٰ نحوی تو مانگتا ہی لیکن وہ اپنی خواہش کو روپے کے رنگ میں اس سے پہلے ضرور پیش کر دیتے۔ اور عیسائیوں کے نزدیک عرب روپے اور دیگر قسم کے اموال کے زیادہ حریص تھے بہ نسبت علمی خزانوں کے۔ اس لیئے ان کتابوں کے بچانے کے لیئے ان کی کوشش زیادہ کارگر ہوتی اور ضرور ہو جاتی۔ پھر جبکہ گیارہ ماہ کی مہلت موجود تھی تو سب سے اوّل یہ فضلا کوشش کرتے کہ کسی نہ کسی طرح اس خزانہ کو بچا لیا جائے۔ عرب بھی اپنے وعدوں کے بڑے پکے تھے۔ ضرور ایفائے وعدہ کرتے اور کتابوں کے منتقل کرنے میں کسی طرح کی مزاحمت نہ کرتے۔ عیسائیوں کی طرح نہیں کہ غلیظ قسمیں کھانے کے بعد وعدہ شکنی کر دیتے ہیں[ع۱]

اسی تذکرہ میں ہم عبداللطیف کا ذکر کر چکے ہیں جب عیسائی پادریوں کو اپنے بے ثبوت بیانات کے لیئے اور کوئی حجّت نہ ملی۔ تو انہوں نے یہ کوشش شروع کی کہ اس جھوٹ کا ثبوت مسلمان مصنفوں کی کتابوں سے ڈھونڈیں اس ضمن میں انہوں نے چار نام تلاش کیئے۔ عبداللطیف۔ المقریزی۔ ابن خلدون اور حاجی خلیفہ۔ عبداللطیف کو چھوڑ کر پہلے ہم المقریزی کو لیتے ہیں۔ یہ شخص ۱۳۶۵ سنہ عیسوی کے قریب پیدا ہوا۔ اور ۱۴۴۱ سنہ عیسوی کے قریب مر گیا۔ یعنی عبداللطیف سے قریباً ایک صدی بعد میں پیدا ہوا۔ اُس نے اپنی کتاب خطط والآثار جلد اول میں عمود السواری کے بیان میں جو اسکندریہ کا ایک مشہور منارہ ہے (جسکو ڈایوکلی شی ان پلر بھی کہتے ہیں) عمود السواری کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے اور حرف

ع۱۔ دیکھو کتاب مُورس ان سپین مصنفہ سٹینلے لین پُول۔

بحرف وہ عبارت نقل کر دی ہے جو اس مینار کے ذکر میں عبد اللطیف نے لکھی تھی۔ اس لیئے ہم المقریزی کا نام کاٹ دیتے ہیں٭ اب ہماری سندیں تین رہ گئیں۔

حاجی خلیفہ اور ابن خلدون کو اس ضمن میں پیش کرنا محض دھوکہ دہی ہے کیونکہ موخر الذکر بچارے نے کہیں یہ ذکر نہیں کیا کہ مسلمانوں نے اسکندریہ کے کتب خانے کو جلا دیا۔ یہ سچ ہے کہ فارس کی فتح کا بیان کرتا ہوا وہ لکھتا ہے کہ مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں ایران کی لائبریری جل گئی۔ لیکن ایران کا کتب خانہ کہاں اور اسکندریہ کا کہاں۔ اگر مسلمان سپاہیوں نے ایران کا کتب خانہ جلا دیا تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اسکندریہ کا کتب خانہ بھی جلا دیا تھا۔ پھر اس پر ابن خلدون کا حوالہ دینا اور بھی صریح بہتان ہے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ ابن خلدون کا یہ بیان کہ مسلمان سپاہیوں نے کتب خانہ ایران جلا دیا تھا خود محتاج ثبوت ہے اور کذب صریح ہے لیکن اس سوال کا یہاں کوئی تعلق نہیں اس لیئے اس بحث کو ہم نہیں چھیڑتے۔ ورنہ ہم بتلا دیتے کہ جس طرح مسلمانوں کو اسکندریہ کے معاملہ میں متہم کیا جاتا ہے ویسے ہی وہ ایران کے کتب خانہ کے الزام میں بیجا طور پر متہم ہیں تاہم ایک کے وجود سے دوسرا وجود تصوّر کر لینا غلط منطق تو ضرور ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ کھلی تبغض برتا جاتا ہے۔

اب ہم حاجی خلیفہ کا تھوڑا سا تذکرہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے وہ الفاظ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں نقل کر دیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کتب خانہ اسکندریہ کو جلا دیا تھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ جو اسی زمانے کے آدمی ہیں لکھتے ہیں:۔ فکانت العرب في صدر الاسلام لا تعتني بشيءٍ من العلوم الا بلغتها ومعرفة احکام شریعتها۔ وصناعة الطب فانها کانت موجودة عند افراد منهم لحاجة الناس طراً الیها وذلك منهم صونا لقواعد الاسلام وعقائد اهله عن تطرق الخلل من علوم الاوائل قبل رسوخ الاحکام حتی یروی

٭ کیونکہ وہ صرف عبد اللطیف کی عبارت کو نقل کرتا ہے اور عبد اللطیف کی روائیت پر ہم الگ بحث کرینگے۔ منہ

انهم حرقوا ما وجدوا من الکتب فی فتوحات البلاد ۔ یعنی اہل عرب شروع اسلام میں تمام علوم میں سے بجز لغت و احکام شریعت وطب کے کسی علم کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے صرف یہ علوم بوجہ عام حاجت کے بعض لوگوں کے پاس موجود تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ چونکہ اسلام کے قواعد اور لوگوں کے عقائد مضبوط و راسخ نہیں ہو چکے تھے اس لیئے ڈر تھا کہ قدما کے علوم سے ان میں خلل پیدا ہو۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے شہروں کے فتوحات میں جو کتابیں پائیں وہ جلا دیں*

ایک معمولی سمجھ کا آدمی اس عبارت پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی خاص تاریخی واقعہ نہیں جس کی طرف کہ حاجی خلیفہ اشارہ کر رہا ہے۔ برخلاف اس کے یہ بیان محض علی سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے جس کی کوئی خاص غرض نہیں بلکہ مصنف مذکور ایک بے بنیاد افواہ کا اعادہ کرتا ہے یا اسکی اپنی ذاتی رائے ہے جس کو اصل واقعہ سے تعلق نہیں۔ اس لیئے واقعہ اور رائے کو مخلوط کرنا مناسب نہیں۔ پھر مصنف کا آخری فقرہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حاجی خلیفہ کا یہ تمام قول یُروی کے تحت میں ہے جو کہ صیغہ مجہول ہے جس سے کسی طرح یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ وہ اس واقعہ کو مورخانہ حیثیت سے لکھتا ہے۔ یا اس کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ ایک مشہور قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی مورخ کو کوئی صحیح سند کسی بات کے متعلق نہیں ملتی یا راوی معتبر نہیں ہوتا اور وہ ایک بات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے جو یونہی مشہور ہوتی ہے۔ تو پھر کسی ایسے مجہول فعل سے جیسے کہ یُروی ہے۔ ذکر کر جاتا ہے۔ پس اس طرح سے حاجی خلیفہ کا ایک بازاری گپ کو بیان کر دینا ایک کہانی کے طور پر ہے۔ جو عام طور سے سنی گئی ہو۔ لیکن اس کے لیئے کوئی مضبوط دلیل یا شاہد اس کی صداقت ظاہر کرنے کے لیئے کوئی نہیں ہے۔ یہاں تک ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ مقریزی نے صاف طور سے عبداللطیف کے لفظ نقل کر دیئے ہیں۔ اور ابن خلدون اور حاجی خلیفہ کتب خانہ اسکندریہ کی تباہی کے متعلق صراحتاً تو کہیں رہا اشارۃً اور کنایۃً بھی کوئی ذکر نہیں کرتے۔ فی الحال ہم اس بحث کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ کہ ان میں سے کون مورخ ہیں۔ اور کون مورخ نہیں۔ اور یہ امر بھی کہ آیا انکی

* اس عبارت میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس میں اسکندریہ کا کوئی ذکر نہیں۔ منہ

کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے سب کچھ صحیح ہے۔ یا اس میں بعض جگہ حرف رکھنے کی گنجائش ہے۔ یہ ایک جدا مضمون ہو جاتا ہے۔ موجودہ مضمون کے لیئے ہم نے یہ کھول کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ مصنفین مذکور خواہ ان میں سے بعض کے متعلق یا انکی کتابوں کے بعض حصّوں کے متعلق ہماری رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان کے بیانات اس بے بنیاد الزام کو ہرگز ثابت نہیں کرتے۔ اب صرف عبد اللطیف بغدادی باقی رہ گیا۔ یہ مصنف بارہ سو اکسٹھ [۱۲۶۱] عیسوی میں بغداد میں پیدا ہوا۔ اپنی زندگی میں اس شخص کو صلیبی لڑائیوں میں تعلق رہا۔ اور حروب صلیبیہ میں اس نے بہت کچھ حصہ لیا۔ اگرچہ وہ ایک عالم شخص تھا۔ لیکن تلوار سے اسکو نفرت نہ تھی۔ اس نے تمام ملک شام میں سفر کیا اور بہت عرصہ مصر میں مقیم رہا قریباً بارہ سو [۱۲۰۰] عیسوی میں اس نے مصر کی ایک تاریخ لکھی جس کا نام کتاب الافادة والاعتبار فی الامور المشاهدة والحوادث المعاينة بارض مصر ہے۔ اس کتاب میں اسنے صرف وہی حالات اور واقعات لکھے ہیں۔ جو اس نے مصر میں مشاہدہ کیئے۔ اس نے ایک موقعہ پر عمود السواری جس کو یونانی اور رومی ڈایوکلیشن پلر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اِس لفظ سے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ اور اس مینار کا تمام حال لکھا ہے اور اس کے متعلق جو کچھ لوگوں سے سُنا وہ بھی لکھ لیا ہے۔ چنانچہ مینار کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ ویذکر ان هذا العمود من جملة اعمدة كانت تحمل رواق ارسطاطاليس الذي كان يدرس به الحكمة و انه كان دار العلم فيه خزانة كتب حرقها عمرو بن العاص باشارة عمر بن الخطاب۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ستون منجملہ ان ستونوں کے ہے جس پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا رواق تھا۔ اور جہاں ارسطو حکمت کا درس دیا کرتا تھا اور یہ کہ وہ دار العلم تھا۔ اور اس میں وہ کتب خانہ تھا۔ جس کو عمرو بن العاص نے

عمر بن الخطابؓ کے اشارہ سے جلا دیا"۔ اگر یہ عبارت بازاری گپ نہیں تو اور کیا ہے۔ نہ ارسطو کبھی اسکندریہ میں آیا۔ نہ اس نے کبھی اسکندریہ میں تعلیم دی اور نہ درس دیا۔ نہ اسکے لیئے کوئی مکان درس دینے کے لیئے تعمیر کیا گیا نہ ہی جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کوئی لائبریری تھی۔ جسکو عمرؓ کے ہاتھوں نے تباہ کیا ہو۔ ذرا سی غور کرنے سے یہ صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ ایں خانہ تمام آفتاب است پورے کا پورا جھوٹوں کا تودہ طومار ہے۔ جسکو اسلام کے دشمن بغیر سوچے سمجھے واقعہ سمجھکر پیش کر رہے ہیں۔ اتنا ہی دیکھ لیتے کہ عبد اللطیف کیا ذکر کر رہا ہے۔ اور کسطرح سے کرتا ہے۔ محض بازاری گپوں کو اس نے جمع کر دیا پھر وہ اس سارے بیان کو یذکر کے تحت میں لکھتا ہے۔ جو کہ صیغہ مجہول غائب ہے پس جبکہ معاملہ کی یہ صورت ہے۔ تو ان سندوں کی فہرست میں سے عبد اللطیف کا نام بھی خارج کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس سارے کذب کی بنیاد عبد اللطیف کے بیان پر ہے۔ تو اس سے وہ سارا تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے۔ جو ان مکڑیوں نے فاتح مصر کے گرد تننا چاہا ہے۔ اگر یہ بھی مان لیں کہ عبد اللطیف کو واقعی یقین تھا کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے صحیح ہے تو بھی ہم پوچھیں گے کہ اصل واقعہ سے تو وہ پانچ سو سال بعد پیدا ہوا۔ اس کے پاس اس امر کی سند کونسی ہے۔ جب تک صحیح سند نہ بیان کرے تب تک ہم کسطرح مان لیں۔ کہ یہ واقعہ یوں ہوا۔

اندرونی شواہد

غور کریں تو بہت سی باتیں اس کہانی کے اندر ایسی ہیں۔ کہ ذرا سی روشنی پڑنے سے انکی سب حقیقت کھل جاتی ہے۔ چند امور جو غور طلب ہیں یہ ہیں۔ اوّل۔ کیا کوئی لائبریری موجود تھی بھی یا نہیں۔ دوسرا۔ یہ کہ یحیٰی نحوی کون تھا اور کس زمانہ میں ہوا۔ تیسرے۔ اگر لائبریری موجود تھی۔ تو کہاں واقع تھی اور اس میں کس قدر کتابیں تھیں۔ پہلے سوال کا جواب ہم نفی میں دے چکے ہیں کہ کوئی ایسی لائبریری

موجود نہ تھی جب مسلمان فاتحین کی حیثیت سے اسکندریہ میں داخل ہوئے۔ اس ساری جھوٹی عمارت کے گرانے کے لیئے ہمارا صرف یہی بیان کافی ہے۔ لیکن مثل مشہور ہے۔ دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید۔ اس لیئے ہم جدا جدا ہر پہلو کو لیتے ہیں۔ مان لیا کہ کوئی لائبریری تھی جس کو مسلمان تباہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ کہانی کے اندر مذکور ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جس طرح کہانی میں ذکر ہے اس طرح سے کتابیں کیوں تباہ کی گئیں۔ ابو الفرج کہتا ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اگر یہ کتابیں قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ تو قرآن ہمارے لیئے کافی ہے ان کی ضرورت نہیں۔ اور اگر مخالف ہیں۔ تو بھی ضرورت نہیں۔ اسی لیئے ان ہردو پہلو سے ان کو تباہ ہی کر دینا چاہیئے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب تباہ کرنا ہی مقصود تھا۔ تو تباہ کنندوں کو چاہیئے تھا۔ کہ ایسی راہ اختیار کرتے۔ کہ کوئی کتاب تلف ہونے سے بچ نہ جاتی۔ برعکس اس کے جو طریقہ تباہی اس کہانی میں مذکور ہے۔ اس سے بچانے کے لیئے تو عیسائیوں کو تھوڑی ہی سی عقل درکار تھی۔ ابو الفرج کہتا ہے کہ کتابیں ٹوکریوں میں ڈال ڈال کر بڑی محنت سے شہر کے تمام حماموں میں پہنچائی گئیں اور قریباً چھ مہینے ان حماموں کا پانی گرم کرنے میں صرف ہوتی رہیں"۔ اب جائے غور ہے۔ کہ کتابوں کا مانگنے والا یحییٰ نحوی بھی عیسائی۔ اور بڑا عالم عیسائی ہے پھر شہر کے تمام باشندے عیسائی ہیں۔ جو اپنے آپ کو مہذب اور عالم اور مسلمانوں کو وحشی اور غیر مہذب خیال کرتے ہیں۔ اور حماموں والے بھی۔ کٹر عیسائی ہیں۔ ایک تھوڑی سی کوشش سے یہ تمام علمی خزانہ عیسائی دانا لوگ بچا سکتے تھے۔ حمام والوں کو کم سے کم اور نہیں تو کتابوں کے وزن کی لکڑیاں ہی دیدیتے۔ ادھر عمر ابن العاص بھی ایسا ناسمجھ نہ تھا کہ اُسے یہ پتہ نہ لگتا کہ اس طرح حماموں میں بھیجنے سے اس کا منشاء فوت ہوتا ہے بس اگر کتابوں کو تباہ ہی کرنا تھا۔ تو ایک جگہ جمع کر کے سب کو آگ لگا دیجاتی ؀

پھر اور سنئے۔ ساتویں صدی مسیحی تک اکثر مصری کتابیں چمڑے پر لکھی جاتی تھیں۔ اب چمڑا ایک ایسی چیز ہے۔ جو کم سے کم ایندھن کا کام نہیں دے سکتا۔ پھر سمجھ میں نہیں

آتا کہ تمام شہر میں چمڑے کی کتابیں چھ مہینے تک جلتی رہیں۔ اور شہری زندہ رہتے؟

ایک اور امر بھی قابل غور ہے شہر میں چار ہزار حمام تھے اور فی حمام ایک کتاب روزانہ کے حساب سے بھی چھ ماہ یعنی ایک سو اسی دن کے لئے کم سے کم سات لاکھ بیس ہزار کتابیں چاہئیں۔ لیکن کتابوں کی تعداد کے متعلق مختلف روایتیں بیان کیجاتی ہیں۔ چار لاکھ سے سات لاکھ تک مختلف قول ہیں۔ اب اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ سات لاکھ کتابیں تھیں تو حساب کے رو سے فی حمام فی روز ایک کتاب بمشکل پڑتی ہے۔ کسطرح ایک کتاب کے ذریعے سے تمام دن رات حمام گرم رہتا ہوگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ضخیم سے ضخیم کتاب بھی ہو۔ تو اُس سے ڈیڑھ آنے کی کھچڑی نہیں پک سکتی۔ کجا ایک حمام کا آٹھ پہر گرم رکھنا۔ پس موجودہ صورت میں یہ ساری بات افسانہ اور مجموعۂ اکاذیب معلوم ہوتی ہے ٭

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ کیا یحییٰ نحوی فتح سکندریہ کے وقت موجود بھی تھا یا نہیں؟ یحییٰ نحوی کی پہلی تصنیف اس کا وہ رسالہ ہے۔ جو اس نے جون سیپی کے خلاف لکھا۔ یہ رسالہ غالباً ۵۶۸ء عیسوی میں لکھا گیا۔ اس کی آخری کتاب اسکی وہ شرح ہے۔ جو اس نے ارسطو کی طبعیات پر لکھی۔ یہ کتاب غالباً ۶۱۷ء میں لکھی گئی۔ یہ شخص غالباً ۵۲۵ء میں پیدا ہوُا دیکھو۔ کلینٹن (الف ار نمبر ۲ ۱۶۴ و ۱۷۶ و ۳۳۱ سے ۳۳۲ تک) جس نے اس مضمون کی پوری پوری تحقیقات کی ہے۔ اگر یحییٰ نحوی سکندریہ کی فتح کے وقت زندہ ہوتا۔ تو اس کی عمر کم سے کم ۱۱۶ سال کی ضرور ہوتی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اتنی لمبی عمر کا آدمی اسطرح بلا تذکرہ رہ جاتا۔ ضرور ضرور اس کی طول عمر کے متعلق کہیں نہ کہیں تذکرہ ہوتا۔ جیسا کہ اُس زمانے کا قاعدہ تھا۔ چونکہ تمام مصنف اس امر کے متعلق خاموش ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس زمانے سے وہ بہت عرصہ پہلے مرگیا جس میں ابو الفرج عمرو ابن العاص سے اس کی غیر معمولی ملاقات کراتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ گبن جلد چھ اور بٹلر کی فتح مصر ٭

٭٭ چمڑا جلنے سے سخت بدبو پھیلتی ہے۔ منہ

ایک جرمن محقق کی رائے ہے کہ ابوالفرج نے جن جن جگھوں کے پتے اپنی کتاب میں دیئے ہیں وہ تحقیقات کے بعد ثابت ہوئے ہیں کہ سب غلط ہیں۔ یعنی جہاں وہ لکھتا ہے کہ لائبریری اور دوسری عمارتیں موجود تھیں وہاں وہ عمارتیں بالکل نہ تھیں۔ دیکھو۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔

فی الحال ایک اور امر بیان کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ وہ امر یہ ہے کہ ان شرائط کو دیکھا جائے جن کے ماتحت اسکندریہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اور جو شہر یا ملک اسطرح اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیتا تھا۔ اس کے ساتھ کیا سلوک برتا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا ان معاملات میں معمول کیا تھا۔ اور پھر سب سے آخری بات یہ ہے کہ خود عمرو بن العاص کس قسم کا آدمی تھا۔ چونکہ یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماتحت ہُوا۔ اس لیئے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آپ مفتوح جگھوں سے کیسا سلوک کیا کرتے تھے۔ پھر مصر کے متعلق آپ کے احکام کیا تھے۔ اور خاصکر اسکندریہ کے متعلق آپنے کیا حکم جاری فرمایا تھا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب بیت المقدس فتح ہُوا تو حضرت عمرؓ بذاتِ خود عہدنامہ کی تصدیق کرنے کیلیئے وہاں تشریف لے گئے۔ جن شرائط پر اہل بیت المقدس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کی وہ ذیل میں درج ہیں۔ ان شرائط کو ہم یہاں اس لیئے درج کرتے ہیں کہ اور جسقدر مقامات میں اور لوگوں نے مسلمانوں کی فرمانروائی کے ماتحت رہنا چاہا۔ ان کو بھی اسی قبیل کی رعائتیں دی گئیں۔ گویا عہدنامۂ بیت المقدس آئندہ کے تمام معاہدوں کیلیئے بطور ایک نمونہ کے ٹھہرایا گیا۔ وہ اصل عہدنامہ یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

ھٰذا ما اعطی عبد اللہ عمر امیر المؤمنین۔ اھل ایلیا من الامان اعطاھم امانًا لانفسھم واموالھم۔ ولکنائسھم۔ وصلبانھم و سقیمھا و بریھا۔ وسائر ملتھا انہ لا یسکن کنائسھم ولا تھدم ولا ینتقض منھا ولا من خیرھا ولا من صلبھم ولا من شیء

من اموالهم ولا یکرهون علی دینهم ولا یضارّ احدٌ منهم ولا یسکن بایلیا معهم احدٌ من الیهود۔ علی اهل ایلیاء ان یعطوا الجزیة کما یعطی اهل المداین وعلیهم ان یخرجوا منها الروم واللصوت فمن خرج منهم فهو امنٌ علی نفسه وماله حتّٰی یبلغوا مامنهم ومن اقام منهم فهو امنٌ وعلیه مثل اهل ایلیاء من الجزیة ومن احب من اهل ایلیا ان یسیر بنفسه وماله مع الروم ویخلّی بیعهم وصلبهم حتّٰی یبلغوا مامنهم وعلی ما فی هذا الکتاب عهد الله وذمة رسوله وذمة الخلفاء وذمة المومنین اذا اعطوا الذی علیهم من الجزیة شهد علی ذلك خالد ابن الولید وعمرو بن العاصی وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاویة بن ابی سفیان وکتبه صفر ۱۵ھ ہجری (دیکھو تاریخ ابو جعفر جریر طبری۔ فتح بیت المقدس)

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان انکی جان۔ مال۔ گرجا۔ صلیب۔ تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کیلئے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کیجائے گی۔ نہ وہ گرائے جائیں گے۔ نہ اُن کو یا ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں اور رومیوں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں یا رومیوں میں سے جو شہر سے نکلیگا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جاویں اور جو انمیں سے ایلیاء میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اسکو جزیہ دینا ہوگا۔ اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لیکر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو اسکو اختیار ہے ان کو اور انکے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہانتک کہ وہ اپنی جائے پناہ میں پہنچ جائیں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا۔ رسول خدا۔ خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔

اس معاہدہ پر گواہ ہیں خالد بن الولید۔ اور عمرو بن العاص و عبد الرحمٰن بن عوف و معاویہ بن ابی سفیان اور ۱۵ سنہ ھجر میں لکھا گیا۔ اس فرمان میں صاف تصریح ہے کہ ذمیوں کا جان مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیگا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں حضرت عمرؓ کی مرتے وقت کی وصیت بھی دیکھ لینی چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ اوصی الخلیفۃ من بعدی بذمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم۔ ولا یکلفوا فوق طاقتھم۔ یعنی میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہوگا اس کے لیئے میں رسول اللہؐ کے ذمہ پر وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدوں کو بجا لائے۔ اور ان کی حفاظت کے لیئے ان کے دشمنوں سے لڑے اور جتنا وہ دینے کی طاقت رکھتے ہوں اس سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دیجاوے۔

اب ہم کس طرح سمجھ لیں کہ ایسا شخص جس نے ہمیشہ دنیا کو فائدہ ہی فائدہ پہنچایا ہو اور جس کے احکام نیکدلی اور رحم دلی کی مثال ہوں وہ یہ حکم دے سکتا ہے کہ کتابیں جو اہل ملک کی ہیں انکو تباہ کر دیا جائے حالانکہ شرائط میں صاف لکھا ہے کہ ان کے اموال تک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائیگا اور نہ وہ کم کیئے جائیں گے جلانا تو ایک جدا امر ہے۔ ہم حضرت عمرؓ کی خلافت کے ذرہ سے حال کو دیکھکر کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہرگز اس قسم کا کبھی حکم صادر نہ فرما سکتے تھے یہ آپ کی شان۔ تعلیم۔ رویہ اور معمول کے بالکل مخالف ہے۔✣

✣ جب اسکندریہ دوبارہ مسلمانوں نے فتح کیا۔ تو جسقدر لوگ دہانہ نیل اور اس کے اردگرد کے قطعہ کے رہنے والے تھے انہوں نے آکر عمرو بن العاص کے پاس شکایت کی کہ عہدنامہ کی شرائط کے رو سے مسلمانوں پر واجب تھا کہ ان لوگوں کی حفاظت کرتے اور انکی طرف سے ہو کر لڑتے۔ لیکن رومیوں اور مسلمانوں کے ساتھ جو لڑائی ہوئی تھیں رومیوں نے ان اہل مصر کے گھروں کو لوٹ لیا اور انکا مال و اسباب چھین کرلے گئے اس واسطے ان اہل مصر نے دعویٰ کیا کہ انکا جو نقصان ہوا ہے اسکی تلافی کیجاوے۔ اور اس کا بدلہ دیا جاوے۔ عمروؓ نے کہا کاش کہ ان رومیوں سے میری مٹھ بھیڑ ہو جاتی جبکہ وہ میرے ذمیوں کا مال لوٹنے کے لیئے اسکندریہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے!! اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ جو جو ان لوگوں کا نقصان ہوا ہے وہ سب پورے کا پورا بھر دیا جائے۔ دیکھئے فتح مصر ص

ص مصنفہ مسٹر بٹلر۔ غور کرنا چاہیئے ایسا آدمی کتب خانہ کے جلانیکا حکم دے سکتا تھا۔ کیا اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ اہل ملک کا مال ہے منہ

ان عام شرائط کو چھوڑ کر اب ہم دیکھتے ہیں کہ کن شرائط پر اہل اسکندریہ نے اپنا شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا۔ ذیل میں ہم صرف ابن خلدون سے ان شرائط کا ترجمہ لکھدیتے ہیں اور بخوف طوالت اصل عبارت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دھو ھذا۔

"یہ وہ امان ہے جو عمرو ابن العاص نے اہل مصر کو ان کی جان ان کے اموال ان کے تندرست اور بیمار ان کے ہر فرد اور کل کے لیئے دی۔ اس امان سے کچھ گھٹا یا بڑھایا نہ جائیگا۔ اہل نوبہ کو مصر پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دیجاویگی۔ مصریوں کا فرض ہے کہ جونہی یہ عہد نامہ تکمیل کو پہنچے اپنے تمام جزیہ کو ادا کر دیں۔ جو جزیہ ادا کر دیں گے ان کی حفاظت کرنا عمرو بن العاص کا فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی اہل مصر میں سے اس عہد نامہ کو قبول نہ کرے اور جزیہ ادا نہ کرے تو اس کی حفاظت کے ہم ذمہ وار نہیں۔ اگر دریائے نیل جتنا ہمیشہ چڑھتا ہے اتنا کسی سال نہ چڑھے تو جزیہ میں بھی اسی نسبت سے تخفیف کر دی جائیگی جس نسبت سے دریائے نیل میں عام سالوں کی نسبت کم پانی آیا۔ تمام رومی اور اہل نوبہ جو اس عہد نامہ کے نیچے آنا چاہیں۔ ان کے مال انہیں کے پاس رہیں گے اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ لیکن ان کو جزیہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اگر وہ جزیہ ادا نہ کرنا چاہیں بلکہ ملک سے نکل جانا چاہیں تو ان کو بحفاظت تمام ان کی جائے امن میں پہنچا دیا جائیگا۔ خراج انہیں تین قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔ جو کچھ اس تحریر کے اندر ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کی حفاظت ہے اور اسکے رسول اور خلفاء اور مومنین کا ذمہ ہے۔ اس عہد نامہ کے شاہد زبیرؓ اور اس کے دونوں لڑکے عبداللہ اور محمد ہیں۔ وردان نے اسے لکھا"

اس عہد نامہ کی شرائط پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ کسطرح حضرت عمر کی شرائط کی پیروی کی گئی ہے۔ طبری میں لکھا ہے کہ تمام مومنین کو ذمہ وار بنانے کے لیئے حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کبارؓ سے اس عہد نامہ پر دستخط کروا لیئے تھے جو بیت المقدس میں آپنے اہل شہر کے ساتھ کیا تھا تاکہ ذمی لوگ ہمیشہ کے لیئے مسلمانوں کی حفاظت میں آجائیں اور کبھی بھی ان کو تکلیف نہ دیجاوے۔

بعض کتابوں مثلاً معجم البلدان میں یہانتک الفاظ موجود ہیں۔ وان لهم ارضهم واموالهم لا یتعرضون فی شیء منها۔ یعنی ان لوگوں کے املاک زمینیں اور تمام اموال انہیں کے قبضے میں رہیں گے اور ان چیزوں میں سے کسی کے ساتھ تعرض نہ کیا جاوے گا۔ خود مصر کے معاہدے میں یہ الفاظ بھی بعض کتب میں پائے جاتے ہیں۔ هذا ما اعطے عمرو بن العاصی اهل مصر من الامان علی انفسهم ودمهم واموالهم وکانتهم وصاعهم ومدهم وعدادهم۔ یعنی عمرو بن العاص نے اہل مصر کو انکی جان۔ خون۔ مال۔ صاع۔ مد وغیرہ کو امان عطا کی"۔

عمرو بن العاص کے متعلق خود ابوالفرج مقر ہے کہ وہ دانا آدمی تھا اور بڑا صاحب تدبیر تھا۔ نظم ونسق سے خوب واقف تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے وکان عمرو عاقلاً حسن الاستماع صحیح الفکر ولزمه ولا یفارقه۔ یعنی عمرو عاقل۔ خوش فہم صحیح الفکر شخص تھا۔ اس لیئے اس نے یحیٰی کی صحبت کو لازم پکڑ لیا اور اس کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا۔ پس جب ہم نے دیکھ لیا کہ عمرو کیسا شخص تھا۔ عمر بن الخطاب کیسا آدمی تھا۔ کس قسم کے عہدنامے ہوئے تھے اب اس کے بعد بھی اگر کوئی اپنی ہٹ پر اڑا رہے تو وہ جانے اور اُسکا خدا!

بالآخر ہم خلاصہ مضمون مسٹر بٹلر کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے "کہ اگر ہم مختصراً اپنی دلیل کی تمام شقوں کو یہاں بیان کر دیں تو کوئی بیجا امر نہ ہوگا۔ سوال یہ تھا کہ مسلمانوں پر جو الزام لگایا جاتا ہے وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ مَیں بیان کر چکا ہوں۔ اولاً۔ کہ اصل واقع سے پانچسو سال سے بھی زیادہ عرصہ بعد یہ کہانی عدم سے وجود میں آئی۔ دوم۔ غور سے تحقیقات کرنے پر اس کہانی کا تانا بانا تمام اُدھڑ جاتا ہے۔ اور ایک لغو امر رہ جاتا ہے۔ سوم۔ فرضی راوی یحیٰی نحوی اسلامی فتح سے مدت دراز پہلے مر چکا تھا۔ اسکو خواہ مخواہ قبر سے اکھیڑا جاتا ہے۔ چہارم۔ دو بڑی لائبریریاں تھیں ایک میوزیم کی اور دوسری سی راپی ام کی۔ پہلی جولی اس سیزر کے عہد میں تباہ ہوئی - اور دوسری خود عیسائیوں کے ہاتھوں سے برباد ہوئی - پنجم۔ پانچویں۔ چھٹی اور ساتویں صدی کے

کسی مصنف کی کسی کتاب میں انکا ذکر تک نہیں۔ ششم۔ اگر لائبریری موجود بھی ہوتی تو عہدنامہ کی رو سے مقوقس کو اختیار تھا کہ لفظ اموال کے ماتحت تمام کتابوں کو وہاں سے نکلوا کر اور جگہ بھجوا دیتا۔ اور گیارہ مہینہ کی مدت اس امر کے لیئے بہت کافی تھی۔ ہفتم۔ اگر لائبریری مسلمانوں کے ہاتھ سے تباہ ہوتی۔ تو کم سے کم جان آف نکیو اس کا ضرور ذکر کرتا۔ اس لیئے اس کہانی کے متعلق جو رائے ہونی چاہیئے وہ صاف ہے۔ گبن کا تامل اور رینوڈوٹ کا شک صحیح ہو گیا۔ اب اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں کہ ابو الفرج کی بات محض ایک افسانہ ہے اور وہ بھی سراسر جھوٹ اور بے بنیاد ؛

اختلافات بائبل

(سلسلہ کے لیئے دیکھو نمبر ۹ جلد ۱۱)

(۵۷) اور جو مرد اس کے ہمراہ تھے حیران کھڑے رہ گئے کہ آواز تو سنتے پر کسو کو نہ دیکھتے تھے (اعمال باب ۹۔ ورس ۷)

(۵۷) اور میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا اور ڈر گئے لیکن اس کی آواز جو مجھے بلاتا تھا نہ سنی۔ (اعمال باب ۲۲۔ ورس ۹)

نوٹ۔ یہ دونوں بیان ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں۔ یعنی پولوس کی اس کہانی کے متعلق جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ بعد واقعہ صلیب یسوع اسکو راستہ میں ملا اور اسے کہا کہ تو مجھے کیوں ستاتا ہے اور پولوس یسوع کو دیکھ کر اندھا ہو گیا اور تین دن تک اس کی آنکھیں بند رہیں۔ اب ایک بیان کے رو سے پولوس کے ساتھیوں نے یسوع کے نور کو نہ دیکھا مگر اسکی آواز کو سنا۔ اور دوسرے بیان کے رو سے انہوں نے نور دیکھا مگر آواز نہ سنی۔ اب ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک غلط ہے یا دونوں غلط ہیں کیونکہ خلاف بیانی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سارا ماجرا بناوٹی ہے۔ بہرحال یہ خیال کرنا کہ یہ دونوں بیان خداوند کا کلام یا الہامی ہیں غلط ہے سچ تو یہ ہے کہ اس اختلاف کی موجودگی میں ہم دونوں میں کسی کو بھی الہامی نہیں کہہ سکتے

(۵۸) اور یسوع نے پاس آکر ان سے کہا کہ آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا۔ (متی باب ۲۸۔ ورس ۱۸)

(۵۸) اسنے ان سے کہا تم البتہ میرا پیالہ پیوگے اور وہ بپتسما جو میں پاتا ہوں پاؤگے لیکن

نوٹ۔ دوسری طرف کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو بیٹے کے اختیار میں نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یسوع کا یہ دعویٰ کہ آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا محض غلط ہے۔

میری دہنی اور میری بائیں طرف بیٹھنا میرے اختیار میں نہیں کہ کسی کو دوں مگر ان کو جن کے لئے میرے باپ نے مقرر کیا۔ (متی باب ۲۰۔ ورس ۲۳)

پر اس نے انہیں کہا تمہارا کام نہیں کہ ان وقتوں اور موسموں کو جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے جانو (اعمال باب اول۔ ورس ۷)

(۵۹) یسوع نے کہا مجھ کو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا پر میرے بھائیوں کے پاس جا اور انہیں کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں۔ (یوحنا باب ۲۰۔ ورس ۱۷)

(۵۹) سبت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹنے لگی مریم میگڈلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں جب وے اس کے شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں دیکھو یسوع انہیں ملا اور کہا سلام انہوں نے پاس آ کر اسکے قدم پکڑے اور اسے سجدہ کیا۔ (متی باب ۲۸۔ ورس ۱ اور ۹)

نوٹ۔ یوحنا کہتا ہے کہ یسوع نے مریم میگڈلینی اور دوسری مریم کو اپنا بدن چھونے نہیں دیا مگر متی کہتا ہے کہ انہوں نے اس کے قدموں کو پکڑا اور سجدہ کیا۔

(۶۰) تب وہ انہیں وہاں سے باہر بیت عنیا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کے انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب انہیں برکت دے رہا تھا ان سے جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا (لوقا باب ۲۴۔ ورس ۵۰-۵۱) آخر وہ ان گیارھوں کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور انکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی کیونکہ وے انکی باتوں پر جنہوں نے اسکے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا یقین نہ لائے تھے .... غرض خداوند انہیں

(۶۰) اور وہ یہ کہکے انکے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے انکی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے انکے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا تب وے اس

ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اُٹھایا گیا اور خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا۔ (مرقس باب ۱۶۔ ورس ۱۴ اور ۱۹)	پہاڑ سے جو زیتون کا کہلاتا جو یروشلم سے نزدیک بلکہ فقط ایک سبت کی منزل دور ہے یروشلم کو پھرے (اعمال باب اول۔ ورس ۹ سے ۱۲)

نوٹ :۔ اناجیل مروجہ کے مندرجہ بالا اور دیگر مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع مندرجہ ذیل مختلف مقامات سے آسمان پر اُٹھایا گیا۔ (۱) بیت عنیا سے (لوقا باب ۲۴۔ ورس ۵۱) (ب) کوہ زیتون سے (اعمال باب اول — ورس ۹-۱۲) (ج) یروشلم کے ایک گھر سے (مرقس باب ۱۶۔ ورس ۱۴-۱۹) (د) نیز جلیل سے (متی باب ۲۸۔ ورس ۱۶ سے ۲۰) اب یسوعی صاحبان بتلائیں کہ کیا ان سب مقامات سے مسیح آسمان کی طرف روانہ ہوا یا کسی ایک خاص مقام سے۔ یہ اختلاف بیان بتلاتا ہے کہ یہ سارا قصہ ہی ناقابل اعتبار ہے۔

(۶۱) سو اُس نے (یہوداہ نے) اپنی بدی کی مزدوری سے ایک کھیت مول لیا اور اوندھے مُنہ گرا اور اُسکا پیٹ پھٹ گیا اور اُس کی تمام انتڑیاں نکل پڑیں۔ (اعمال باب اول۔ ورس ۱۸)	(۶۱) تب وہ (یہوداہ) روپے ہیکل میں پھینک کر چلا گیا اور جاکے اپکو پھانسی دی پر سردار کاہنوں نے روپیہ لے کر کہا انہیں خزانہ میں ڈالنا روا نہیں کہ یہ خون کا دام ہے تب انہوں نے صلاح کرکے اُن روپیوں سے کمہار کا کھیت پردیسیوں کے گاڑنے کے لیئے خریدا۔ (متی باب ۲۷۔ ورس ۵ سے ۷)
نوٹ۔ مسیحی صاحبان فرماویں کہ ان دونوں بیانوں میں سے کونسا بیان الہامی اور صحیح ہے اور کونسا غیر الہامی اور غلط۔	
(۶۲) کہ مسیح دُکھ اُٹھاویگا اور مردوں میں سے پہلا جی اُٹھے گا اور اس قوم اور غیر قوموں کو نور دکھلاویگا (اعمال باب ۲۶۔ ورس ۲۳) اور یسوع مسیح کی طرف سے جو سچا گواہ اور اُن میں جو مر کے جی اُٹھے پلوٹھا اور	(۶۲) تب وہ جو مر گیا تھا کفن سے ہاتھ و پاؤں بندھے ہوئے نکل آیا اور اُسکا چہرا گرد اگرد رومال سے لپٹا ہوا تھا یسوع نے انہیں کہا اُسے کھول دو اور جانے دو۔ (یوحنا باب ۱۱۔ ورس ۴۴)

دنیا کے بادشاہوں کا سلطان ہے اُسی کو جس نے ہم کو پیار کیا اور اپنے لہو سے ہمکو ہمارے گناہوں سے دھو ڈالا۔

(مکاشفات باب اول- ورس ۵)

نوٹ۔ اعمال اور مکاشفات کے رو سے یسوع پہلا شخص تھا جو مر کے جی اُٹھا مگر دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے پہلے کئی اور شخص مردوں میں سے جی اُٹھے تھے۔ مسیحی صاحبان بتلائیں کہ ان دو مختلف بیانات میں سے کونسا بیان غلط ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ سب بیانات بے بنیاد ہیں۔

(۶۳) کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔

(متی باب ۱۲- ورس ۴۰)

نوٹ۔ متی باب ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح تین رات اور تین دن قبر میں رہا۔ حالانکہ متی خود ہی آگے چلکر بتاتا ہے اور ایسا ہی دوسرے اناجیل نویس بھی بتلاتے ہیں کہ مسیح سبت کی رات کو قبر میں رکھے گئے تھے اور سبت کے بعد جو رات آئی ابھی وہ پوری نہیں گذری تھی کہ وہ قبر میں سے نکل گئے۔ یعنی صرف وہ ایک دن اور ۲ راتیں قبر میں رہے۔

جب وہ اُس شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو دیکھو ایک مردے کو باہر لیجاتے تھے جو اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی اور شہر کے بہت سے لوگ اُس کے ساتھ تھے اور اُسکو دیکھ کے خداوند کو اُسپر رحم آیا اور اُسے کہا مت رو اور پاس آ کے تابوت کو چھوا اور اُٹھانے والے ٹھہر گئے تب اُس نے کہا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ اور وہ مردہ اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور اُس نے اُسے اُس کی ماں کو سونپا۔

(لوقا باب ۷- ورس ۱۲ سے ۱۵)

نیز دیکھو (۲ سلاطین باب ۱۳- ورس ۳۲ سے ۳۵)

(۶۴) سبت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹنے لگی مریم میگڈلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں اور دیکھو ایک بڑا بھونچال آیا تھا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اُتر کے آیا اور اُس پتھر کو قبر سے ڈھلکا کے اُسپر بیٹھ گیا اُس کا چہرہ بجلی کا سا اور اُسکی پوشاک برف کی سی تھی اور اُس کے ڈر سے نگہبان کانپ اُٹھے اور مردے سے ہو گئے پر فرشتے نے مخاطب ہو کر اُن عورتوں سے کہا تم مت ڈرو میں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو جو صلیب کھینچا گیا ڈھونڈتی ہو وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ جیسا اُس نے کہا تھا وہ اُٹھا ہے آؤ یہ جگہ جہاں خداوند پڑا تھا دیکھو

(متی باب ۲۸- ورس ۱ سے ۶) نیز دیکھو (یوحنا باب ۲۰- ورس ۱۱)

چندہ تعمیر کی تحریک

چندہ تعمیر کی فراہمی کے لئے ایک اشتہار بعنوان "تعمیر مدرسہ کے لئے ایک لاکھ روپے کی فراہمی کی تحریک" ۱۶- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو جاری کیا گیا تھا جس میں مینے احباب سے یہ استدعا کی تھی کہ اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء تک چالیس ہزار روپیہ فراہم کردیں اور تیس ہزار اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء سے مارچ سنہ ۱۹۱۳ء تک تاکہ تعمیر کا کام آسانی سے چل سکے۔ اس اشتہار کے بعد دو ۲ ماہ تک یعنی مئی اور جون کے مہینوں میں جو کچھ وصولی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق مفصل ذکر رپورٹ ماہوار میں ہو چکا ہے۔ لیکن اب یہ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس کو احباب کے سامنے پیش کردیا جاوے تا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دلوں میں اس تحریک کو اسوقت جبکہ سخت مشکلات کا سامنا ہے از سر نو تازہ کرے اور قوم پھر ایک مرتبہ ہمت کرکے میری اس تحریک پر توجہ کرے ؛

مطلوبہ چالیس ہزار روپے میں سے اخیر ستمبر تک سولہ ہزار روپے سے کچھ کم یا چندہ تعمیر مسجد کو شامل کرکے سولہ ہزار روپے سے کچھ زیادہ رقم وصول ہوئی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یعنی مئی میں ۴۶۵۱ روپے۔ جون میں ۳۲۶۷ روپے۔ جولائی میں ۲۵۹۰ روپے۔ اگست میں ۲۶۵۱ روپے۔ اور ستمبر میں ۲۵۴۳ روپے۔ اس قریباً سولہ ہزار روپے کی رقم میں سے قریباً ساڑھے بارہ سو روپیہ ایسا ہے جو فرداً فرداً احباب کی طرف سے پہنچا۔ اور باقی روپیہ جو پندرہ ہزار روپے سے کچھ کم ہے مختلف انجمنوں یا جماعتہائے احمدیہ کے حساب میں درج ہے پھر انجمنوں میں سے بعض انجمنیں اور جماعتیں تو ایسی ہیں کہ ان کی طرف سے کل رقم قابل وصولی کے وعدے ہو چکے ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کی طرف سے کل رقم موعودہ کی اطلاع صدر انجمن میں کوئی نہیں آئی۔ جن انجمنوں یا جماعتوں کی طرف سے وعدے ہوئے ہیں۔ ان کی کل رقم موعودہ کی میزان صرف ۱۶۴۹۵ روپے ہے

جس میں سے اخیر ستمبر تک ۷۴۰۶ روپے وصول ہو چکے ہیں ۹۰۸۹ روپے قابل وصول ہیں اور جن انجمنوں یا جماعتوں کی طرف سے موعودہ رقم کی اطلاع نہیں ملی انسے کل رقم کی میزان جو اخیر ستمبر تک وصول ہو چکی ہے ۷۴۶۰ روپے ہے۔ جس میں سے ۲۶۷۳ روپے ضلع سیالکوٹ کی انجمن کے ہیں اور ۲۵۲۵ روپے شہر لاہور کی انجمن کے۔ اگر انجمن لاہور کا وعدہ دس ہزار روپے کے قریب سمجھ لیا جاوے جیسا کہ مجھے خیال ہے کہ اس کے قریب قریب تحریک کے ہونے پر وعدے ہوئے تھے اور انجمن سیالکوٹ کا کل رقم مطلوبہ کی چوتھائی پورا کرنے کا وعدہ سمجھ لیا جاوے جو ساڑھے سترہ ہزار روپیہ ہوتا ہے تو ساڑھے ستائیس ہزار روپے کی یہ اکٹر رقم موعودہ چندوں میں داخل ہو جاتی ہے مگر جبتک ان انجمنوں کے معزز سکرٹری صاحبان کی طرف سے یہ اطلاع نہ ملے رجسٹرات میں مطالبہ کی غرض کے لیئے یہ رقوم داخل نہیں ہو سکتیں ؏

گو اس لحاظ سے کہ چالیس ہزار کی مطلوبہ رقم میں سے اخیر ستمبر تک صرف سولہ ہزار یا نصف سے بھی کم روپیہ ابتک وصول ہوا ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تحریک میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ تاہم جماعت پر دوسرے چندوں کے بوجھ کو مدِ نظر رکھکر مَیں اس قدر کو بھی بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر جس طرح بعض جماعتوں کے مخلص احباب نے سرگرمی سے اس تجویز کے کامیاب کرنے میں حصہ لیا۔ اسی طرح ہر جگہ اس تجویز پر عملدرامد کے لیئے سرگرمی دکھائی جاتی تو مطلوبہ رقم کا اخیر ستمبر تک پورا ہو جانا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ گو نشوارہ جس میں وعدے اور وصولیاں دکھائی گئی ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ بعض بڑی بڑی جماعتیں ابھی تک خاموش ہیں اور بعض نے جنپر بہت کچھ امید ہو سکتی تھی ابھی تک بہت تھوڑا حصہ لیا ہے۔ مثلاً ذیل کی جماعتوں کی طرف سے ابتک ایک پیسہ کا بھی نہ آنا بہت قابل افسوس امر ہے۔ یعنی جہلم۔ جموں۔ ایبٹ آباد۔ مانسہرہ ✠ دانہ۔ ✠ ہری پور۔ کپورتھلہ۔ سرگودھا۔ مدراس۔ شاہجہان پور۔ شاہ آباد۔ بھاگلپور ؏

نوٹ۔ ✠ دانہ سے صہ اور ہری پور سے اعہ وصول ہوئے ہیں جو اکتوبر کے مہینے میں داخل ہوئے۔

اور ذیل کی جماعتوں کے نام پر جو رقوم دکھائی گئی ہیں وہ بھی اسی بے توجہی کو ظاہر کر رہی ہیں۔ مثلاً دہلی۔ صہ۔ کانپور۔ صہ۔ مظفر گڈھ عہ۔ وزیر آباد۔ لے۔ کوئٹہ ملے۔ حیدر آباد دکن لعہ۔ الہ آباد۔ لعہ۔ خوشاب معہ۔ بنارس بہ۔ راہوں۔ معہ۔ چندوسی عہ۔ مالیر کوٹلہ عہ۔ کاٹھ گڈھ۔ معہ۔ اٹاوہ۔ سہ۔ - - - - - - - - - - - -

- - - - - - ایسا ہی جماعت بھیرہ کا وعدہ سا عہ اور وصول کچھ نہیں۔ بنگلور کا وعدہ سا عہ وصول کچھ نہیں۔ بتا رہے ہیں کہ ان احباب نے اس تحریک کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور ایسا ہی لدھیانہ کی کل رقم موعودہ مالوصہ اور گوجرانوالہ کی رقم موعودہ سا عہ اور گجرات کی موعودہ رقم مہ اور انبالہ کی رقم موعودہ ما عہ اور بمبئی کی کل رقم وصول شدہ علے۔ لالہ موسیٰ کی رقم وصول شدہ ہہ۔ سامانہ کی مصہ۔ سنور کی امصہ۔ دوالمیال کی عہ قابل اطمینان حالت ظاہر نہیں کرتی ہیں۔ لہٰذا ان جماعتوں کے مخلص ممبران کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ فوری توجہ فراہمی چندہ کے لئے کریں۔ بالخصوص جہلم میں شیخ محمد حسین صاحب و سیٹھ احمد دین صاحب۔ جموں میں خواجہ جمال الدین صاحب و ملک شیر محمد خاں صاحب و خلیفہ نور الدین صاحب۔ ایبٹ آباد میں شیخ نور احمد صاحب وکیل۔ مانسہرہ میں شیخ ضیاء اللہ صاحب۔ داتہ میں سید سرور شاہ صاحب و میر حیات علی شاہ صاحب۔ کپورتھلہ میں منشی ظفر احمد و منشی عبد المجید خاں صاحب۔ سرگودھا میں میاں غلام رسول صاحب انسپکٹر و حافظ عبد العلی صاحب۔ مدراس میں جناب سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب۔ شاہجہانپور و شاہ آباد میں مولوی مختار احمد صاحب و حکیم انوار حسین خاں صاحب۔ بھاگلپور میں مولوی عبد الماجد صاحب۔ دہلی میں میر قاسم علی صاحب و منشی احمد حسین صاحب۔ کانپور میں سید غلام غوث صاحب۔ وزیر آباد میں شیخ محمد جان صاحب و شیخ نیاز احمد صاحب۔ کوئٹہ میں منشی سلطان محمد صاحب۔ حیدر آباد دکن میں میر محمد سعید صاحب۔ الہ آباد میں مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے۔ بنارس میں بخشی عبد الرزاق صاحب۔ راہوں میں حاجی رحمت اللہ صاحب۔ چندوسی میں منشی طفیل احمد صاحب مالیر کوٹلہ میں منشی محمد نواب خاں صاحب ثاقب۔ کاٹھ گڈھ میں چودھری غلام احمد خاں صاحب

وحسین خاں صاحب پنشنر۔ اٹاوہ میں سید صادق حسین صاحب۔ کراچی میں میاں خداداد خاں صاحب بھیرہ میں مستری احمد دین صاحب۔ گجرات میں ماسٹر ہدایت اللہ صاحب۔ گوجرانوالہ میں منشی احمد دین صاحب۔ بمبئی میں سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب۔ لالہ موسیٰ میں حکیم محمد قاسم صاحب انبالہ میں بابو عبدالرحمٰن صاحب۔ لدھیانہ میں میاں محمد شفیع صاحب۔ سامانہ میں جناب محمد اکرم صاحب۔ سنور میں پیر کرامت علی صاحب توجہ فرمائیں ؛

شاہپور میں بھی پانسو کا وعدہ صرف ڈاکٹر محمد شریف صاحب کا ہے انکی خدمت میں التماس ہے کہ وہ خود بھی اقساط مقررہ کو ادا کرنے کی طرف توجہ فرما دیں اور وہاں کے احمدی احباب کو بھی شامل کر کے ممنون فرما دیں۔ لاہور اور سیالکوٹ کے معزز احباب کو بہت زیادہ توجہ فرمانی چاہیئے کیونکہ اگر نصف نہیں تو کم از کم تہائی سے زیادہ رقم کا مدار انکی کوششوں پر ہے۔ ایسا ہی دوسری انجمنوں کے کارکن احباب بھی بہت توجہ کر کے اصل تحریک کے مطابق رقوم وصول کرنے کی کوشش فرما دیں۔ اس وقت کام کی حالت بہت نازک ہے۔ اور کافی روپیہ کا بہت جلد بہم پہنچایا جانا نہایت ضروری ہے ایک طرف بھٹہ کا کام جاری ہے۔ جس میں بیس لاکھ کے قریب اینٹ پکوانے پر بیس ہزار روپیہ مطلوب ہے۔ دوسری طرف عمارت کا کام شروع ہے۔ جسکو جنوری تک پورا کرنا ضروری ہے پھر لکڑی گرڈروں وغیرہ کے لیئے جبتک ابھی سے انتظام نہ کیا جاوے وقت پر نقصان اٹھانا پڑے گا اور اس کے لیئے ہزاروں روپے کی ضرورت ہے۔ عمارت کا ایک حصہ کرسی سے پانچ پانچ چھ چھ فٹ اونچا ہو چکا ہے۔ اور کچھ حصہ زمین کے برابر اور کچھ نیچے ہے۔ اگر پہلی تجویز کے مطابق چالیس ہزار روپیہ ستمبر تک جمع ہو گیا ہوتا تو دسمبر تک یعنی ایام جلسہ تک غالباً عمارت کا ایک حصہ مکمل ہو گیا ہوتا۔ اب بھی اگر احباب پوری سعی سے کام لیں تو بہر حال کام کو جو نقصان روپیہ کے وقت پر نہ ملنے سے پہنچنے کا خطرہ ہے وہ نہ رہے اور اطمینان سے کام چل سکے ؛

میں اس بات کو خوب محسوس کرتا ہوں کہ احمدی قوم پر چندوں کا بہت بوجھ ہے لیکن ایسا ہونا بھی ضروری ہے۔ دنیا میں جو قوم بنتی ہے کارہائے نمایاں کر کے ہی بنتی ہے

اور جبتک وہ قوم اپنے آپ کو ان کاموں کے لیئے تیار نہ کرے اس کا ہر ایک فرد اپنے جان و مال کو قربان کرنے کے لیئے تیار نہ ہو اس وقت تک قوم سے کارہائے نمایاں کا ہونا محال ہے۔ احمدی قوم کو جس غرض کے لیئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اُٹھایا ہے وہ ایک بہت ہی عظیم الشان غرض ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیئے اس کے افراد کو ہر قسم کی مصیبت اور مشکلات اُٹھاکر عظیم الشان قربانیاں کرنیکے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔ غفلت سستی لاپروائی یہ وہ امراض ہیں جو افراد اور قوموں کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون سست آدمی یا سست قوم کسی بلند مقصد کو حاصل نہیں کرسکتی۔ پس ہمارے احباب غور کریں کہ کہاں تک دینی کاموں میں وہ سرگرمی دکھارہے ہیں اسی سے اپنی کامیابی کا اندازہ کریں۔ ہماری جماعت دنیا میں اشاعت اسلام جیسے اہم اور سخت ترین کام کے لیئے مامور ہو اور پھر اس میں داخل ہو کر ایک شخص چندوں کی زیادتی کی شکایت کرے یہ عملی طور پر اس دعویٰ کی مخالفت ہے۔ اس کی تو ایسی ہی مثال ہے کہ ایک فوج جو ملک کے امن کے لیئے اور اس کو دشمنوں سے بچانے کے لیئے مقرر ہے یہ شکایت کرے کہ دوسرے لوگ تو اپنے گھروں میں آرام سے سوتے ہیں اور ہمیں اپنی جان خطرہ میں ڈال کر دن رات مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر ایک قسم کی آسایش کو چھوڑ کر تنگی بھوک پیاس میں گذران کرنی پڑتی ہے۔ پس جو شخص ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے اسے یہ پہلے سمجھ لینا چاہیئے کہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعودؑ مُنہ سے مان لینے سے کچھ نہیں بنتا۔ بلکہ سلسلہ میں داخل ہونے سے اس کام کو تکمیل تک پہنچانا اصل غرض ہے جو مسیح موعودؑ نے اس جماعت کا کام ٹھہرایا ہے ؛

پس مَیں اپنے احباب کو دوبارہ اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ دوسروں پر اپنا قیاس نہ کریں دوسرے جس کام کے قابل نہیں پائے گئے وہ اب تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر تم بھی اپنے آپ کو اسکے قابل نہ بناؤ گے تو اوروں کے سپرد کیا جاوے گا۔ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

نام جماعت	تعداد چندہ موعودہ	میزان رقم وصول شدہ	بقایا	نام جماعت	تعداد چندہ موعودہ	میزان رقم وصول شدہ	بقایا
بہاول پور (اراکین ریاست)	اعہ لہ	الـ ۱۱ لہ	۸	شیخ پور ضلع گجرات	ہیعسہ ۲۰/	ہیعسہ ۲۰/	.
گوجرہ	مابہیہ ۱۰/	دسہ	ماہیہ ۱۰/	بیگم پور جنڈیالہ (ہوشیار پور)	صہ	سیہ ۹/	للعسہ ۹/
جالندھر شہر	ماعسہ	عا	ماعسہ	ملک وال	صہ	عسہ	ماعسہ
امرتسر	معاہیہ	ماہیلعہ ۱۲/	اسالعہ ۴/	مگوی	چصہ	دصہ	.
راول پنڈی	سما صبر ۶/	ماہیلعہ	ماہیے ۶/	بنگہ	ماعللعہ ۲/	ہیسہ ۱۴/	للوہیہ ۳/
بھڈیار	سلہ	ہیہ ۲/	عسہ ۱۴/	چکوال (سید نادر علی شاہ)	ما	ما/	ما/
کلکتہ	سامہ	ماللوسہ	ماللعہ	ہوشیار پور	ماعسہ ۴/	ہیسہ ۱۰/	سہ ۳۰/
گوجرانوالہ	ساعسہ	ماعسہ	ماالعہ	شملہ	سماعسہ	اللعہ ۴/	ماعسہ ۱۲/
حصار	مالوسہ	ماللعہ	دسہ	بھیرہ	ساہیہ	.	ساہیہ
پٹیالہ	سالوعہ	ماعسہ ۱۲/	ماالعہ ۴/	قادیان	اعسہ ۹/	سماللعہ ۸/	سالعہ الـ/
مردان	الساعہ	صاللعہ ۱۳/	معاللعہ ۳/	کنجاہ	لوسہ	ہیللعہ	عسہ
میرٹھ	صماہیہ	ساعہ	ما ۶	صریح	للوعہ ۴/	للللعہ ۴/	عسہ
مونگیر	سالوسہ	للوصہ ۲/	ماللعہ ۱۳/	شاہ پور (ڈاکٹر محمد شریف)	صما	ہیسہ ۱۴/	اساعہ ۲/
کریام	ماہیہ	لاصہ ۸۰/	ہیے ۰۷/	اجمیر	ہیے	.	ہیے
کراچی	ہیہ	صہ ۳/	للعہ ۱۳/	انبالہ	ماعسہ	عسہ	ماعسہ
پھمبیاں	سہ	سہ	.	سیکھواں	ہیہ ۸/	عسہ ۸/	ماعسہ
اٹاوہ	سہ	لوعسہ	عہ	دہلی	صمہ	صمہ	
ڈیرہ غازیخاں	ساعہ	ماالسہ ۱۲/	ماللعہ ۴/	منگلور	ماعسہ		ساعہ
گجرات	ہیہ ۱۲/	ہیللعہ ۱۰/	للعہ ۲/				

فہرست نمبر ۲ جن انجمنوں کی طرف سے وعدے نہیں آئے۔ مگر روپیہ آتا ہے

نام انجمنہائے	رقم وصول شدہ	نام انجمنہائے	رقم وصول شدہ
بمبئی	عہ ۱۱/	ٹیری	للعہ

نام انجمنہائے	رقم وصول شدہ	نام انجمنہائے	رقم وصول شدہ
کوہاٹ	مہ ۸/	اہرانہ	سے ۶/
گلگت	۵	وزیرآباد	لے
لالہ موسیٰ	یمہ	گولیکی	ہے عہ ۴/
معرفت محمد حسن واعظ	ہے ۶/	چک شمالی	ما عہ
سامانہ	مہ ۱۲/	رنمل	سے عہ ۱۰/
سنور	ہمہ ۱۴/	منار	ما عہ
چک پنیار	ماشہ	میانوالی	ما عہ
منی پور	صہ	پاڑی پورہ	صہ عہ ۵/
بھینی	للعہ ۴/	کامل پور	عسہ ۳/
بنارس	سہ	لائل پور	ما ہے ۵/
خوشاب	عہ ۵/	سڑوعہ	صہ ۸/
کوئٹہ	ہے ۱۲/	راہوں	ہے عہ
الہ آباد	لہ عہ	اوجلہ	ہو عہ
نابھہ	عہ ۱۴/	نیروبی	ما ہے عہ ۸/
مظفرنگر	للعہ ۱۲/	دوالمیال	ءعہ
رسول	وعہ	چندوسی	عہ
شادیوال	للعہ	غوث گڈھ	عہ
لاہور	صما عہ ۱/	مالیرکوٹلہ	عہ
حیدرآباد دکن	لہ عہ	کاٹھ گڈھ	ہے
لکھنؤ	ملعہ	تہال	۱۰/
کانپور	عمہ	ناسنور	ہوسہ ۳/
مظفرگڑھ	عاع ۱۲/	کھاریاں	للوعہ ۱۳/
کریم پورہ	للعہ ۱۲/		
سیالکوٹ	سما ہے ۔///		
اور جمہ	ہے صہ		

خاکسار محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء

تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ | ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ موسمی تعطیلات کے بعد ۲۸ ستمبر ۱۹۱۲ء کو کھل گئے ستمبر کے اخیر پر ہائی سکول میں تعداد طلبا ۳۲۸ اور بورڈران ۱۴۵ تھی اور مدرسہ احمدیہ میں تعداد طلبا ۹۳ اور بورڈران ۵۶ تھی۔ ہائی سکول کی آمد اگست و ستمبر میں ۱۸۷۰-۸-۴ روپے آنہ پائی امداد از گورنمنٹ اور ۱۳۶۷-۱۵-۲ روپے آنہ پائی فیس مدرسہ و بورڈنگ ہوس کی رقوم قابل ذکر ہیں ہائی سکول کی ہر دو شاخوں اور گرلز سکول میں تعداد طلبا ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ اس سال دو مدرس ہائی سکول کی ترقی تعلیم کے لیئے رخصت پر گئے ہیں یعنی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے میں تعلیم پانے کے لیئے اور قاضی عبداللہ صاحب بی۔ اے ٹریننگ کالج کی بی ٹی کلاس میں تعلیم پانے کے لیئے۔ امید کیجاتی ہے کہ ان ہر دو صاحبان کی خدمات اس تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ کے لیئے اور بھی زیادہ مفید ہونگی۔ مدرسہ احمدیہ میں پچیس روپے حضرت خلیفۃ المسیح کی معرفت بورڈران کی دعوت کے لیئے وصول ہوئے۔ بورڈنگ ہوسوں کے انتظام میں گو ہر طرح سے پوری کوشش کیجاتی ہے لیکن جہاں دو سو بورڈران کا انتظام کرنا ہو اور بہت سے ان میں سے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور پھر انکا ہر قسم کا حساب بھی علاوہ انکی تعلیم اور تربیت اور اخلاق کی نگرانی کے بورڈنگ ہوس کے منتظمین کے سپرد ہو وہاں یہ بہت قرین قیاس ہے کہ کچھ شکائتیں بھی پیدا ہو جائیں جو اکثر اوقات غلط فہمی سے پیدا ہوتی ہیں پس جب کسی صاحب کو جنکا بچہ یا عزیز یہاں تعلیم پاتا ہو کوئی ایسی شکایت لڑکے کی طرف سے پہنچے تو انہیں چاہیئے کہ اسکے متعلق پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب سے خط و کتابت کرکے اور اصل معاملہ دریافت کرکے پھر کوئی رائے قائم کریں۔ اگر واقعی شکایت ہوگی تو اس کا ازالہ ہیڈ ماسٹر صاحب ضرور کر دیں گے۔ ورنہ اصل معاملہ سے اطلاع دیدینگے۔ مگر ساتھ ہی ایسے احباب کی خدمت میں یہ بھی التماس ہے کہ وہ بھی ان حقوق کی ادائگی کی طرف جو انکے ذمہ ہیں توجہ فرماویں۔ سب سے بڑی دقت انتظام میں مالی دقت ہے۔ جو احباب اپنے بچوں کو یہاں بھیجتے ہیں انکو یہ غور کر لینا بھی ضروری ہے کہ بورڈنگ ہوس کے اخراجات بدون پیشگی رقوم جمع کرانے کے چل نہیں سکتے۔ اس لیئے عموماً بورڈنگ ہوسوں میں دو دو ماہ کا پیشگی خرچ لے لیا جاتا ہے۔ اور ہمارے

بورڈنگ ہوسوں میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ مگر اس قاعدہ کو ہمارے بہت سے معزز احباب وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ حالانکہ بہت سی دقتیں اسوجہ سے بھی پیدا ہوجاتی ہیں۔ جب ایک بورڈر کے ذمے بقایا بڑھتا چلا جاتا ہے اور مطالبات پر بھی توجہ نہیں ہوتی تو لازماً بورڈنگ کے منتظمین کو اس کی ساری ضروریات فراخدلی سے پورا کرنے میں مضائقہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان بورڈروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو مطالبات کو باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔ انہی بقایوں کی وجہ سے بعض اوقات ایک بورڈنگ ہوس کا فنڈ تین ہزار تک کا مقروض ہوگیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دوسرے صیغے میں بھی ایسی گنجایش نہیں ہے جہاں سے اسقدر رقم قرضہ دیجاسکے پس احباب کی خدمت میں یالتماس ہے کہ وہ اس دقت کو رفع کرنے میں منتظمین کی مدد کریں۔ اور دو ماہ کا پیشگی خرچ جمع کرانے کے قاعدہ پر پوری توجہ سے عمل کریں۔ اور پھر ماہ بماہ جو مالی مطالبات ہوں انہیں ساتھ ساتھ ادا کرتے جاویں۔ اگر حساب میں کسی قسم کی غلطی ہو تو وہ معمولی خط وکتابت سے بڑی سہولت سے دُور ہوسکتی ہے۔ اس بارے میں بالخصوص میرے مخاطب وہ معزز احباب بھی ہیں جن کی طرف بقایا کی رقم بیس بیس چالیس چالیس بلکہ سو سو تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ کاش کہ اسقدر بقایا ہونے کی بجائے اسقدر رقم پیشگی انکے بچوں کے حساب میں جمع ہوتی!

اشاعت اسلام:- خریداران ریویو انگریزی کی تعداد میں پانچ کی بیشی اور اردو میں ایک کی بیشی ہوئی تفسیر کے خریداران کی تعداد میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ کتاب ٹیچنگز آف اسلام کی بقیہ جلدیں بھی مجلد ہو کر ولایت سے روانہ ہوچکی ہیں۔

یتامیٰ۔ زکوٰۃ۔ ان احباب کا جنہوں نے ان ہر دو مدات میں چندہ بھیجنے کی طرف توجہ فرمائی ہے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ذیل میں صرف پانچ روپے یا اس سے زیادہ رقوم کا اندراج ہے۔

یتامیٰ۔ شیخ مظفرالدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈیرہ اسمٰعیل خاں ...... عہ۔ جماعت لاہور ۱۵/۷۔ میاں محمد امیر علی صاحب مانسہرہ سے ر۔ جماعت سیالکوٹ للعہ۔ محصلہ منشی محمد عبداللہ صاحب بیریوالہ صہ ر۔ منشی نور خاں صاحب سب انسپکٹر تھانہ پانڈو کا عہ۔ بابو غلام مجتبیٰ صاحب ہانگ کانگ صہ ر۔ جزاھم اللہ خیراً۔

زکوٰۃ ۔ جماعت بیگم پور جنڈیالہ ؏ ۔ حاجی محمد صاحب پریم کوٹ صہ ۔ جماعت شملہ صہ جناب عالم شیر خاں صاحب سب اوورسیر باندا داؤد شاہ ؏ ۔ سید تفضل حسین صاحب پٹنہ عہ ۔ ابو عبد اللہ غلام محمد صاحب شاہ پور کنڈی صہ ۔ نامعلوم الاسم عہ ۔ جماعت سیالکوٹ ؏ ۔ محصلہ منشی محمد عبد اللہ صاحب بیروالہ عہ ۔ جماعت چنیوٹ للعہ جماعت سامانہ صہ ۔ جماعت ملتان ؏ ۔ جماعت گولیکی عہ ۔ جماعت ڈیرہ غازیخاں لعہ ۔ جماعت گوجرا عہ ۔ چودھری فضل الٰہی صاحب پٹواری ککرالی عہ ۔ شیخ محمد شفیع صاحب ؏

جزاھم اللہ خیرا۔

متفرقات ۔ چونکہ کئی انجمنوں کی طرف سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ کسی انجمن کی مقامی ضروریات کے لیئے اس عام چندہ میں سے جو ہر دو مدرسوں اور لنگر خانہ اور اشاعت اسلام کے لیئے ہوتا ہے کوئی حصہ لینا یا کسی قسم کا کچھ لینا ٹھیک ہے یا نہیں اور اس لیئے بھی کہ بعض جگہ اصل اغراض سلسلہ پر مقامی ضروریات کو مقدم کر کے اس چندہ کا بہت سا حصہ وہیں صرف کر دیا گیا اس لیئے مجلس معتمدین نے ۶ - اکتوبر کے اجلاس میں ریزولیوشن ۴۲۱ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر کسی انجمن کو اپنی مقامی ضروریات کے لیئے کسی چندہ کی ضرورت ہو تو ایسا چندہ علیحدہ طور پر کر لیا جایا کرے اور صدر انجمن کے مستقل چندوں پر ضروریات مقامی کا کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالا جاوے ۔ ضروریات مقامی کو پورا کرنے کے لیئے جو ذرائع احسن طور پر اختیار کیئے جا سکتے ہیں اُن پر گذشتہ سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ میں مفصل بحث ہے ۔ امید ہے کہ جملہ انجمنیں ان اصول پر کاربند ہونیکی کوشش کرینگی ؛

ریویو

سیرت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نظامی ۔ یہ کتاب نہایت محنت اور محبت سے لکھی گئی ہے ۔ سوانح کے واسطے جو ضروری امور ہیں اُن کو تحقیقانہ رنگ میں اختصار کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے شروع میں بعض وہ بشارتیں بائبل میں سے نقل کی گئی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئیں چھپائی اور کاغذ بہت عمدہ اور خوبصورت ہے ۔ کتاب قابل دید ہے ۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے انہوں نے یہ کتاب صرف تبلیغ اسلام کے جوش کے ساتھ لکھی ہے ۔ قیمت ۸ر ملنے کا پتہ منشی حیدر خاں صاحب نظامی مہتمم نظامیہ ایجنسی پچھواڑہ دالا - مزنگ - لاہور؛

اظہارِ حق

اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور اقوال سے جو گرنتھ صاحب۔ جنم ساکھی۔ تواریخ خالصہ اور سکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور ان کے جا بجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا۔ مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنیو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی رد کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیاء کرام کے مقابر پر فیض حاصل کرنے کے لیئے چلہ کشی کرتے رہے۔ عقائد اسلام کے پورے پابند تھے۔

تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر اب تک کسی ہندو یا سکھ کو اس کا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں۔

ملنے کا پتہ۔ مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور۔

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب نہ سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا۔ اور اسی لیئے نماز ان وعدہ الٰہی کے۔ انّ الصّلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کے نیچے نہیں آتا۔ اس لیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو باترجمہ پڑھے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم۔ موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۲؍ شائقین مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کریں۔

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے۔ اس کتاب میں حضرت اقدس نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔ (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیحالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے قیمت ۵؍ درخواستیں نام مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہیں۔

Reg. No. L. 103

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ
مہوتسو میں چار پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس
لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کر کے
بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین معاندین اسلام بڑی شدت اور زور سے
کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے اُنکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں
جنسے خواہ کیسا ہی متعصب اور زبردست مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے
سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے
سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا ؛

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس
مضمون کو خدائے تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کے
جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنے کے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام
کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور توجیہہ باری تعالیٰ اور رسالت
مآب صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات و تالیفات میں یہ ایک ایسا
مضمون ہے جس میں کمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کی گئی ہے اس لیئے پبلک کے دینی اور روحانی
فائدہ کو مدنظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا
گیا ہے اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت
تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کے لیئے بھی منگوائی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ
ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلیئے چند کاپیاں
خرید کر مفت تقسیم کر کے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو صد صفحہ ہونے
اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی ۱۲؍ اور بے جلد
کی ۸؍ علاوہ محصولڈاک ؛

جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں

میگزین پریس میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔